BORROWER'S NO.	ISSUE DATE	BORROWER'S NO.	ISSUE DATE
13,18			
	1949		308
14,12	72988		268
	2296		13,20
208	22297		14,21 314

و طبقۂ مشائخ کی خدمت گزاری کے سبب گروہ صوفیہ میں معقول شہرت رکھتے
ں اور جنہوں نے معلومات درویشی حاصل کرنے اور فقراء کی خادمی کے لئے اپنی زندگی
ربان کردی ہے یعنی سید محمد ارتضیٰ واحدی عرف مُلّا محمد الواحدی
ہوں نے محض خدمت مشائخ کے خیال سے رسالہ نظام المشائخ جاری کیا او
قریب ہفتہ وار اخبار درویش جاری کرنا چاہتے ہیں۔ راحۃ القلوب کے ترجمے
طعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ واحدی صاحب ترجمے جیسے مشکل اور دشوار کام
ں آسانی سے کامیاب ہوئے ہیں۔ ترجمے میں انہوں نے الفاظ کی رعایت
ں رکھی ہے تاکہ لفظی اثر فوت نہ ہوجائے اور عبارت کی صفائی اور سلاست کو
ں ہاتھ سے جانے نہیں دیا۔ ان دونوں باتوں کا نباہنا آسان بات نہیں۔
ک اس فن سے واقف ہیں وہی ترجمے کی مشکلات کو جانتے ہیں۔

واحدی صاحب نے جب سے حلقہ نظام المشائخ کی کارکنی اختیار کی ہے
ر عربی زبان حاصل کررہے ہیں اور اب اس قابل ہوگئے ہیں کہ عربی کا ترجمہ
کرلیتے ہیں۔ چنانچہ انہوں نے حضرت شیخ اکبر محی الدین ابن عربی کی کتاب الاخلاق
رجمہ شروع کردیا تھا اور چاہتے تھے کہ اوّل یہی کتاب شائع ہو۔ مگر میں نے پہلے
قۃ القلوب کے ترجمے کی جانب توجہ کرنے کی رائے دی جس کو انہوں نے قبول کیا
امید ہے کہ یہ ترجمہ بہت فائدہ مند ثابت ہوگا۔ اور نئی روشنی کے لوگوں کو
رھے چھ سو برس پہلے کا زمانہ نظر آجائیگا اور وہ دیکھینگے کہ اگلے وقت کے
وں کی محفلوں میں کیا چرچے رہا کرتے تھے۔ اور آج کل کے مشائخ کی صحبتوں
کیا اشغلے ہوتے ہیں۔

کتاب میں بعض مضامین ایسے بھی آئینگے جو آج کل کے تخیل اور مذاق کے خلاف
دم ہونگے۔ اس لئے بجائے اس کے کہ ان مضامین کی نسبت بار طعن دراز کی جائے

مناسب ہے کہ ان کی اچھی تاویل نکال کر دل کو سمجھا لیا جائے۔ ورنہ اندیشہ ہے کہ سیکڑوں مفید باتوں کی تاثیر کو وہ باتیں جو بظاہر خلاف قیاس معلوم ہوتی ہیں برباد کر دیں گی۔

حسن نظامی ۔ مئی سنہ ۱۹۱۱ء

خواجہ حسن نظامی کا دوسرا دیباچہ

مذکورہ بالا دیباچہ مئی سنہ ۱۹۱۱ء میں کتاب "بزم فرید" کے ساتھ شائع ہوا تھا۔ اس کے بعد یہ کتاب دوبارہ نہیں چھپی اور عرصہ دراز سے نایاب تھی نہ میرے پاس اس کا کوئی نسخہ تھا نہ واحدی صاحب کے پاس باقی رہا تھا۔ آخر مُلّا واحدی صاحب نے اس کو اپنے دفتر میں تلاش کیا تو ایک نسخہ مل گیا اور انھوں نے مجھے اپنی یہ کتاب منادی میں شائع کرنے کی اجازت دیدی اور اب میں اسکو حضرت بابا فرید گنجشکر رحمۃ کے روز نامچے کے نام سے منادی میں شائع کرنا شروع کرتا ہوں۔ تاکہ وہ لوگ جو بزرگوں کے حالات اور مجلسوں کی کیفیت اور اولیاء اللہ کے الفاظ و ملفوظات سے بے اعتقاد ہیں یا بے التفات ہیں یا بے خبر ہیں اُن کو مجبوراً یہ حالات پڑھنے پڑیں۔

میں جانتا ہوں کہ پونے سات سو برس پُرانے زمانے کے یہ حالات ہیں اور اُس وقت مشائخ اور اولیاء اللہ کی مجلسوں میں جن باتوں کے چرچے رہتے تھے اُن کو آج کل کے زمانے میں خلاف عقل یا غیر ضروری یا توہمات پیدا کرنے والا کہا جاتا ہے۔ تاہم منادی کے ناظرین کی اکثریت کا خیال رکھتا ہوں جو ایسی چیزوں کی بہت قدردان

مجھے یہ لکھنا بھی ضروری معلوم ہوتا ہے کہ بیگم نواب ولی الدولہ بہادر مرحوم اور نواب ظہیر یار جنگ بہادر امیر پائیگاہ حیدرآباد دکن اور نواب حسن یار جنگ بہادر اور نواب مظفر نواز جنگ بہادر اور نواب فرید نواز جنگ بہادر اور نواب نذیر نواز جنگ بہادر

وغیرہ اُمرا پائیگاہ کے اس ذوق کو مدِنظر رکھکر یہ سلسلہ شادی میں شائع کیا جاتا ہے جو ان سب کو اپنے دادا حضرت بابا فرید الدین مسعود گنجشکرؒ کے حالات و ملفوظات کی اشاعت سے ہے اور جو اس بات کا یقین رکھتے ہیں کہ حیدرآباد دکن میں ان کا عروج و اقبال بہت کچھ حضرت باباصاحبؒ کے فیضان روح و تصرفات باطن کے اثر سے ہے۔

حضرت باباصاحبؒ کی کرامت } ناظرین کو ۳۲ سال پُرانے دیباچے میں میرے یہ الفاظ غور سے پڑھنے چاہئیں کہ "یہ ترجمہ ایک انگریزی خواں و انگریزی داں نوجوان نے کیا ہے جو طبقۂ مشائخ کی خدمت گزاری کے سبب گروہ صوفیا میں معقول شہرت رکھتے ہیں اور جنہوں نے معلومات درویشی حاصل کرنے اور فقراء کی خادمی کے لئے اپنی زندگی قربان کردی ہے"

اب ۳۲ سال کے بعد میں مُلّا واحدی صاحب کے حالات کا مختصر تذکرہ شائع کرنا چاہتا ہوں جس سے ظاہر ہوگا کہ انہوں نے اپنی ابتدائی زندگی میں جو نیکی شروع کی تھی یعنی بزم فرید کتاب ترجمہ کرکے شائع کی تھی اُس کا اجر خدا نے ان کو یہ دیا کہ وہ ۳۲ برس سے آج تک دہلی کے ہندوؤں میں اور مسلمانوں میں اور سکھوں میں اور حکومت کے افسروں میں نیک نام اور ہر دل عزیز ہیں اور ان کی دانشمندی اور دیانتداری اور خدمت خلق کی سارے صوبے میں بہت بڑی دھاک اور شہرت ہے۔ انہوں نے ۱۹۰۵ء میں میرے ساتھ مل کر ماہوار رسالہ نظام المشائخ جاری کیا تھا جو آج تک جاری ہے۔ اس کے علاوہ طبیب و خطیب و انقلاب و درویش اخبارات جاری کئے تھے۔ اور اب بھی وہ بیداری اور ادیب دہلی کے ایڈیٹر ہیں اور نو سال سے میونسپل کمیٹی کے ممبر بھی ہیں اور ابھی حال میں حکومت دہلی نے ان کو راشننگ افسر مقرر کیا ہے۔

میرا اعتقاد ہے کہ یہ سب چیزیں خاص کر یہ بات کہ ان کا دل اللہ کی طرف اور دیانتداری کی طرف اور خدمت خلق کی طرف راغب اور مائل ہے یہ سب کچھ حضرت شیخ شیوخ العالم بابا فرید الدین مسعود گنج شکر رضؔ کی روحانی برکت اور کرامت کی تاثیرات ہیں اور مجھے یقین ہے کہ جو لوگ اس روزنامچہ کو خلوص و اعتقاد سے پڑھینگے اللہ تعالیٰ اُن کو بھی دین و دنیا کی بہت سی نعمتیں عطا فرمائیگا۔ حسن نظامی دہلوی

نومبر ۱۹۴۵ء

روزنامچہ حضرت باباصاحب رضؔ

۶۵۵ھ ہجری رجب کی پندرہ تاریخ چہار شنبے کے دن مسلمانوں کے دعا گو اور سلطان الطریقت (حضرت باباصاحب رضؔ) کے ایک مرید بندہ نظام الدین احمد بدایونی (یعنی حضرت سلطان المشائخ خواجہ نظام الدین اولیا محبوب الٰہی رضؔ کو جو ان ملفوظات کے مؤلف ہیں۔ مترجم) دولت پابوسی حضرت سید العابدین (باباصاحب رضؔ) حاصل ہوئی۔ حضرت باباصاحب رضؔ نے کلاہ چہار ترکی جو اس وقت اُن کے سر مبارک پر تھی اُتار کر اپنے ہاتھ میں لی۔ اور دعا گو کے سر پر رکھ دی اور خرقہ خاص اور چوبی نعلین (یعنی کھڑاویں) عطا فرمائیں۔ الحمد للہ علیٰ ذالک

نیز ارشاد کیا کہ میں ہندوستان کی ولایت کسی دوسرے کو دینی چاہتا تھا مگر تم راستے میں تھے۔ اور دل میں ندا ہوئی کہ صبر سے کام لیا جائے نظام الدین محمد بدایونی پہنچتا ہے یہ ولایت اُس کی ہے۔ اُس کو دینا۔ یہ دعا گو یہ کلمات سن کر کھڑا ہو گیا اور اشتیاق زیارت کی بابت کچھ کہنا چاہتا تھا۔ مگر حضور شیخ الاسلام رضؔ کی اتنی دہشت طاری ہوئی کہ کہہ نہ سکا۔ حضرت شیخ الاسلام رضؔ نے حالت معلوم کر لی اور فوراً یہ الفاظ اُن کی زبان مبارک پر آئے کہ بیشک تمہارے دل میں اشتیاق تھا

اور یہ بھی فرمایا کہ "ہر داخل ہونے والے کے لئے دہشت ہوتی ہے"
سلسلۂ گفتگو یہاں تک پہنچا تھا کہ دعاگو کو خیال پیدا ہوا کہ اب شیخ الاسلام سے جو کچھ سنونگا لکھ لیا کرونگا۔ یہ خیال ابھی پختہ نہ ہوا تھا کہ حضرت رض نے فرمایا وہ مرید نہایت خوش نصیب ہے جو اپنے پیر کے الفاظ گوش ہوش سے سنتا اور انھیں لکھ لیتا ہے۔ چنانچہ "اسرار الاولیاء" میں مرقوم ہے کہ جو مرید اپنے پیر کے ملفوظات سن کر لکھ لیتا ہے اُسے ہر ہر حرف کے بدلے ہزار ہزار سال کی طاعت کا ثواب ملتا ہے اور مرنے کے بعد اُس کا مقام علیین میں بنایا جاتا ہے۔ اسی وقت یہ مثنوی بھی پڑھی ؎

اے آتش فراقت دلہا کباب کردہ سیلاب اشتیاقت جانہا خراب کردہ

اور فرمایا کہ انسان کی ہر وقت یہ حالت رہنی چاہیے۔ کیونکہ ایسے شخص پر کوئی لمحہ ایسا نہیں گزرتا جس میں آواز نہ آتی ہو کہ "زندہ دل وہ ہے جس میں ہماری محبت کو برابر ترقی ہوتی رہے" ابتدا میں گفتگو درویشی پر ہو رہی تھی (کیونکہ اسی کی سلسلہ جنبانی ہوئی) ارشاد کیا درویشی پردہ پوشی کا نام ہے۔ اور خرقہ پہننا اُس شخص کا کام ہے جو بھائی مسلمانوں اور دوسرے انسانوں کے عیبوں کو چھپائے اور انھیں کسی پر ظاہر نہ کرے۔ مال دنیا میں سے اُس کے پاس جو کچھ آئے اُسے راہِ خدا میں صرف کرے۔ اور جائز مصرف میں اٹھائے۔ خود اس میں سے ایک ذرّے پر نظر نہ رکھے۔ پھر فرمایا کہ اصحاب طریقت اور مشائخ کبار نے اپنی کتابوں میں لکھا ہے کہ زکوٰۃ کی تین قسمیں ہیں۔ اوّل زکوٰۃ شریعت۔ دوسری زکوٰۃ طریقت اور تیسری زکوٰۃ حقیقت۔ زکوٰۃ شریعت یہ ہے کہ اگر چالیس درم پاس ہوں تو اُن میں سے پانچ درم راہ خدا میں دیدے۔ اور زکوٰۃ طریقت یہ ہے کہ چالیس میں سے پانچ درم اپنے پاس رکھے اور باقی کل راہِ حق میں دیدے۔ اور زکوٰۃ حقیقت

یہ ہے کہ چالیس میں سے پانچ بھی اپنے لئے نہ رکھے اور سب اُس کی راہ میں لگا دے۔ اس لئے کہ درویشی خود فروشی ہے۔ اسی سلسلے میں یہ حکایت بھی فرمائی کہ میں نے شیخ شہاب الدین سہروردی (قدس اللہ سرہ العزیز) کو دیکھا ہے اور کچھ دن اُن کی خدمت میں بھی رہا ہوں۔ ایک دن اُن کی خانقاہ میں قریباً ایک ہزار دینار بطور فتوح آئے۔ اُنھوں نے کل کے کل راہِ مولا میں لٹا دیے اور شام تک ایک پیسہ بھی اپنے لئے نہ رکھا۔ اور فرمایا کہ اگر میں اس میں سے کچھ اپنے لئے رکھ لیتا تو درویش نہ رہتا۔ بلکہ درویش مالدار کا لقب پاتا۔ اس کے بعد ارشاد ہوا کہ درویشی کے معنی قناعت ہیں۔ درویش کے پاس جو کچھ آئے اُسی پر چون و چرا نہ کرے کیونکہ میں نے اولیاء اللہ کے حالات میں لکھا دیکھا ہے کہ ایک دفعہ مالک دینار رحمۃ اللہ علیہ کسی درویش سے ملنے کے لئے گئے۔ درویش اور مالک دینارؒ میں سلوک کے متعلق باتیں ہو رہی تھیں۔ درویش نے دو جَو کی روٹیاں نکالیں اور سامنے رکھ دیں وہ روٹیاں بالکل پھیکی تھیں۔ حضرت مالک دینارؒ نے کہا کہ اگر ان میں نمک پڑا ہوتا تو اچھا تھا۔ درویش موصوف کی ایک لڑکی تھی اُس نے مالک دینارؒ کا یہ جملہ سُنا تو فوراً برتن گرو رکھ کر بنئے کی دوکان سے کچھ نمک لے آئی اور دونوں بزرگوں کے آگے رکھ دیا۔ کھانے کے بعد مالک دینارؒ نے کہا "اُس کو قناعت کہتے ہیں"۔ درویش کی لڑکی نے زمین چومی اور کہا اے خواجہ! اگر تم میں قناعت ہوتی تو میرا برتن بنئے کے ہاں گرو نہ کراتے۔ اے مالک دینارؒ یہ قناعت نہیں ہے جو تم سمجھے ہوئے ہو ہمارا حال سُنو۔ آج سترہ سال گزر گئے ہم نے اپنے نفس کو نمک نہیں دیا ہے۔ درویشی تم سے بہت دُور ہے۔ اس کے بعد یہ رُباعی زبان مبارک پر آئی ؎

چوں عمر در گذشتہ درویشی بہ | چوں کار بقسمت است کم کوشی بہ
چوں ترس حیات است نمد پوشی بہ | چوں گفتہ نوشت است خاموشی بہ

اور ابھی خبر نہیں ہے کہ درویشوں کے سر دی پر کیسے کیسے آرے چلتے ہیں۔
پھر گفتگو خرقے پر ہونے لگی۔ ارشاد ہوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو معراج کی رات خرقہ ملا تھا۔ جب حضور معراج سے واپس آ گئے تو حضور نے تمام صحابہ کبار رضی اللہ عنہم کو طلب فرمایا اور کہا کہ اس خرقے کی بابت مجھے اللہ کا حکم ہے کہ تم میں سے ایک کو دیدوں۔ اب میں تم سے ایک سوال کرتا ہوں جو اس کا جواب باصواب دیگا وہ اس کا مستحق ٹھیریگا۔ اوّل (حضرت) ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی طرف رُخ کیا اور فرمایا " اے ابا بکر! اگر یہ خرقہ میں تمہیں دوں تو کیا بات اختیار کروگے؟ انہوں نے کہا یا رسول اللہ صدق وصفا اور طاعتِ خدا اختیار کروں گا۔ پھر امیر المومنین (حضرت) عمرؓ بن خطابؓ سے خطاب کیا اور کہا کہ اگر تمہیں دوں تو تم کیا اختیار کروگے؟ انھوں نے جواب دیا یا رسول اللہ میں عدل و انصاف اختیار کرونگا اور مظلوموں کی داد رسی کرونگا۔ پھر امیر المومنین (حضرت) عثمانؓ غنی کا نمبر آیا۔ انھوں نے جواب دیا میں آپس کے مشورے سے کام کرنا اختیار کرونگا۔ حیا کرونگا اور سخاوت سے کام لونگا۔ آخر میں امیر المومنین (حضرت) علی کرم اللہ وجہہ کو مخاطب کیا۔ اور پوچھا کہ علی! اگر یہ خرقہ تمہیں دیا جائے تو تم کیا کروگے؟ انھوں نے کہا پردہ پوشی کیا کرونگا۔ اور بندگانِ خدا کے عیبوں کو چھپایا کروں گا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا " لے لو علی یہ خرقہ تم ہی کو دیتا ہوں۔ ربّ العزت کا مجھے فرمان تھا کہ تمہارے دوستوں میں سے جو شخص یہ جواب دے خرقہ اُسے ہی دینا" یہاں تک کہہ کر شیخ الاسلامؒ چشم پُر آب ہو گئے اور رونے لگے اور بے ہوشی طاری ہو گئی جب دوبارہ ہوش میں آئے تو فرمایا " معلوم ہوا کہ درویشی پردہ پوشی ہے۔ لہذا درویش کو چاہئے کہ یہ چار باتیں اختیار کرلے۔ اوّل آنکھیں اندھی کرلے تاکہ لوگوں کے معائب نہ دیکھ سکے۔ دوسرے کان بہرے کرلے تاکہ فضول اور لغو باتیں سُننے سے بچ جائے

تیسرے یہ زبان گونگی کرلے تاکہ ناحق بکواس سے پاک رہے۔ چوتھے پیر توڑ کر بیٹھ جائے تاکہ ناجائز جگہ نہ جاسکے۔ پس اگر کسی میں یہ خصلتیں پائی جائیں تو بلاشک اُس کو درویش تسلیم کرنا چاہیئے۔ ورنہ حاشا و کلا مدعی جھوٹا ہے اور درویشی کی کسی چیز سے تعلق نہیں رکھتا۔ اسی گفتگو میں ارشاد ہوا کہ شیخ شہاب الدین سہروردی (قدس سرہ العزیز) چالیس سال تک آنکھیں باندھے رہے سبب پوچھا گیا تو کہنے لگے۔ اس لیے کہ لوگوں کے عیب نہ دیکھوں اور اتفاق سے دیکھ لوں تو چھپاؤں اور کسی سے نہ کہوں۔ اثنا بیان کرکے شیخ الاسلام مراقبے میں چلے گئے اور بہت دیر تک اس حالت میں رہنے کے بعد۔ سر اٹھا کر دُعاگو کی طرف مخاطب ہوئے اور فرمانے لگے بابا نظام الدین جب درویش ایسا ہو جائے تب وہ درویش ہے۔ پھر جو کچھ وہ کہیگا اور چاہے گا ہو جائے گا۔ اُس وقت شیخ الاسلام کو رقت ہونے لگی۔ محمد شاہ نامی ایک حاضر باش آیا اور زمین بوس ہوا۔ فرمایا بیٹھ جاؤ۔ وہ بیٹھ گیا۔ محمد شاہ بہت پریشان تھا۔ اس کے بھائی پر نزع کی حالت طاری تھی۔ حضرت شیخ الاسلام کو حالت معلوم ہو گئی۔ پوچھا متفکر کیوں ہو؟ عرض کیا بھائی کی وجہ سے آپ پر سب روشن ہے۔ فرمایا جاؤ تمہارا بھائی اچھا ہو گیا۔ محمد شاہ گھر گیا اور دیکھا کہ بھائی کو صحت کلی ہو گئی اور وہ بیٹھا کھانا کھا رہا ہے اس طرح جیسے کبھی بیمار تھا ہی نہیں۔ اسی جلسے میں ارشاد فرمایا کہ درویشی یہ ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم کو حاصل تھی کہ صبح سے دوپہر تک اور دوپہر سے شام تک جو کچھ آتا سب راہِ خدا میں صرف کر دیتے تھے۔ حضرت امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ اکثر اپنے خطبوں میں کہا کرتے تھے کہ میں نے کبھی نہیں دیکھا کہ رسول علیہ السلام نے شام تک کسی چیز کو سیلنت کر رکھا ہو۔

اس کے بعد مولانا سید بدر الدین اسحٰق رضؓ نے پوچھا کہ امرات کسے کہتے ہیں؟

اور اس کی حد کیا ہے؟ شیخ الاسلام نے فرمایا کہ جو کچھ بے سوچ سمجھے اور خلاف رضائے خدا خرچ ہو وہ کل اسراف ہے اور جو رضائے الٰہی کے موافق ہو وہ اسراف نہیں ہے۔ حضرت شیخ الاسلام اتنا کہنے پائے تھے کہ اذان ہوئی۔ حضرت رضہ نے نماز پڑھی اور مراقبے میں مشغول ہو گئے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِکَ ٭

۱۶۔ شعبان روز پنجشنبہ ۵۵ھ

آج دولت پائے بوسی میسر آئی۔ شیخ بدر الدین غزنوی رضہ شیخ جمال الدین ہانسوی رضہ۔ مولانا شرف الدین نبیرہ رضہ۔ قاضی حمید الدین ناگوری رحمۃ اللہ علیہم اجمعین وغیرہ بھی حاضر تھے۔ ارشاد ہوا۔ امیر غریب، درویش مسکین، کوئی آئے اُسے خالی پیٹ مت جانے دو۔ کچھ نہ کچھ دیدو۔ تاکہ وہ درویش صفت ہو جائے۔ فرمایا کہ میرے پاس جو آتا ہے خواہ وہ امیر ہو یا غریب اور خواہ وہ کچھ لائے یا نہ لائے، مجھے لازم ہو جاتا ہے کہ اُسے کچھ دوں۔ اس کے بعد شیخ الاسلام چشم پُرآب ہو گئے اور یہ حکایت فرمانے لگے کہ حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں جو صحابہ طلب علم اور احکام شرع کے سیکھنے کو آیا کرتے تھے وہ بعد میں وہی باتیں دوسروں کو سنا دیا کرتے تھے تاکہ وہ بھی اُن سے مستفید ہو جائیں۔ اس کے بعد شیخ الاسلام نے فرمایا کہ عمدۃ الابرار تاج الاتقیاء حضرت خواجہ قطب الدین بختیار قدس سرہ العزیز کا قاعدہ تھا کہ جس دن اُن کے لنگر خانے میں کوئی چیز نہ ہوتی تو شیخ بدر الدین غزنوی رضہ خادم خانقاہ سے کہہ دیا کرتے کہ پانی رکھدو اور جو آئے اُسے وہی دو تاکہ بخشش و عطا سے کوئی محروم نہ جائے۔ بعد ازاں اسی سلسلے میں فرمایا کہ جس زمانے میں میں سفر بغداد کر رہا تھا شیخ اجل سنجری رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات ہو گئی۔

بزرگ اور با ہیبت شخص تھے۔ میں اُن کے جماعت خانے میں گیا اور سلام بجا لایا
انھوں نے میرا ہاتھ پکڑ لیا اور میری طرف دیکھ کر بولے "آؤ شکر عالم خوب آئے
بیٹھو" میں بیٹھ گیا۔ وہ میرے فوراً حکم پر بیٹھ جانے سے بہت خوش ہوئے۔
میں اُن کی خدمت میں کئی دن تک رہا۔ لیکن ایک دفعہ بھی نہ دیکھا کہ کوئی اُن کی
خانقاہ سے محروم گیا ہو۔ اگر کچھ نہ ہوتا تو سوکھے چھوارے ہی ہاتھ پر رکھدیتے۔
اور دعا کہتے کہ خدائے تعالیٰ تیرے رزق میں برکت دے۔ شہر کے لوگ کہا کرتے
تھے کہ جس کو شیخ نے کھجور دی وہ عمر بھر کسی کا محتاج نہ ہوا۔

پھر اسی سلسلے میں ارشاد ہوا کہ جب میں وہاں سے رخصت ہو گیا تو ایک
اور درویش بغداد کے باہر ایک غار میں ملے۔ میں نے سلام کیا۔ انھوں نے
جواب سلام دیکر کہا بیٹھ جاؤ۔ میں بیٹھ گیا۔ یہ درویش اس قدر کمزور اور لاغر
تھے کہ بس ہڈی سے چمڑا لگ رہا تھا۔ میں نے دل میں سوچا کہ اس جنگل میں
انہیں کھانے کو کہاں سے ملتا ہوگا۔ اس خیال کا آنا تھا کہ بزرگ موصوف
نے سر اٹھایا اور بولے "اے فرید! آج چالیس سال گزر گئے کہ اس غار
میں رہتا ہوں اور گھانس پات سے پیٹ بھرتا ہوں" جب یہ حال دیکھا
تو میں نے اپنا سر اُن کے قدموں پر رکھدیا۔ کچھ دن اور انکی صحبت میں گزارے
پھر روانہ ہو کر بخارا میں شیخ شرف الدین باخرزیؒ کے پاس پہنچا۔ یہ بڑے
باعظمت و پرہیبت بزرگ تھے۔ جب میں سامنے حاضر ہوا اور زمیں بوسی
کر چکا تو فرمایا "بیٹھ جاؤ" میں بیٹھ گیا۔ جتنی دفعہ میری طرف دیکھا برابر ارشاد
کرتے رہے کہ "یہ شخص اپنے زمانے کے مشائخ میں ہوگا اور ایک عالم اس کا
مرید و پیرو بنے گا"۔ اس وقت ایک کالا کمبل حضرتؓ کے کندھے پر پڑا ہوا تھا
اُسے میری طرف پھینکا اور حکم کیا کہ "اوڑھ لو" میں نے تعمیل کی۔ کئی دن

حاضر خدمت رہا۔ مگر ابھی ایسا نہ ہوا کہ ہزار بلکہ اس سے زیادہ آدمیوں نے
حضرتؒ کے دستر خوان پر کھانا نہ کھایا ہو۔ کھانا ہو چکنے کے بعد بھی اگر کوئی
آ جاتا تو خالی نہ جاتا۔ کچھ نہ کچھ ضرور پاتا۔ بالآخر میں حضرتؒ سے بھی رخصت ہوا۔ اور
ایک مسجد میں شب باش ہوا۔ صبح سُنا کہ وہاں ایک صومعہ ہے۔ اس میں بھی ایک
درویش رہتے ہیں۔ پہنچا۔ وہ جلال دیکھا کہ اب تک کسی بزرگ میں نظر نہ آیا تھا
نگاہ آسمان کی طرف تھی اور عالمِ تفکر میں خاموش کھڑے تھے۔ تین چار دن کے
بعد ہوش میں آئے۔ میں نے سلام کیا۔ جواب دیا اور فرمایا۔ آپ کو میری وجہ
سے تکلیف اٹھانی پڑی بیٹھئے۔ میں بیٹھ گیا۔ ارشاد ہوا کہ "میں شمس العارفین
کا نواسہ ہوں۔ آج تیس سال ہوئے کہ اس صومعے میں معتکف ہوں لیکن اے
فرید! اتنے طویل زمانے میں مجھے سوائے حیرت اور دہشت کے کچھ حاصل نہیں ہوا
سمجھتے ہو اس کی وجہ کیا ہے؟" دعاگو نے گردن جھکائی تاکہ وہی کچھ فرمائیں۔
ارشاد ہوا کہ یہ صراطِ مستقیم (راہ راست) ہے جس نے اس میں سچائی سے
قدم رکھا وہ تو پار ہو گیا۔ مگر جو ذرا خلافِ مرضئ دوست چلا وہ جلا دیا گیا۔ اس کے
بعد اپنا حال بیان کیا کہ " اے فرید! جس دن سے مجھے درِ مولےٰ میں باریابی ہوئی ہے
ستر ہزار حجاب (میرے اور اُن کے درمیان) تھے۔ فرمان ہوا کہ اندر آؤ۔ پہلے
حجاب ہٹا تو مقربانِ درگاہ دکھائی دیئے کہ نگاہ اوپر کئے اپنی اپنی شان میں کھڑے
ہیں (ایسی شان میں کہ جسے سوائے خدائے عزوجل کے کوئی نہیں سمجھ سکتا تھا)
اور زبانِ حال سے کہہ رہے ہیں کہ خدایا تیرے دیدار کا اشتیاق ہے۔ اسی طرح
تمام حجابات کو طے کیا۔ ہر جگہ نئے آثار اور نئی شانیں دیکھیں۔ جب پردۂ خاص کے
قریب پہنچا تو آواز آئی کہ اے فلاں اس میں صرف وہی آ سکتا ہے جو دنیا اور تمام
موجوداتِ دنیا بلکہ اپنی ذات سے بھی بیگانہ ہو جائے۔ میں نے عرض کی۔ میں

سب کو چھوڑ چکا۔ جواب ملا سب کو چھوڑ چکے تو بس ہمارے ہو گئے۔ آنکھ جو کھولی تو اسی صومعے میں تھا۔ تو اے فرید اس راستے میں سب کو چھوڑے تو حق کا یگانہ بنے۔ اس کے بعد شیخ الاسلام نے فرمایا کہ رات آ گئی۔ شام کی نماز اُنہی بزرگ کے ساتھ پڑھی۔ نماز سے فارغ ہونے کے بعد دیکھا کہ دو پیالے آش جو کے اور چار روٹیاں غیب سے اُن کے سامنے آ گئیں۔ مجھے اشارہ کیا کہ اندر آ ؤ۔ میں گیا اور کھانے بیٹھ گیا۔ جو لطف ان روٹیوں اور آش کے پیالوں میں آیا آج تک کسی کھانے میں نصیب نہیں ہوا۔ چیز رات بھی وہیں بسر کی۔ صبح جو اٹھا تو ان بزرگ کا پتہ نہ تھا۔ چلا آیا اور ملتان پہنچا۔ اپنے بھائی بہاء الدین زکریا سے ملا اور مصافحہ کیا۔ وہ پوچھنے لگے کہو کہاں تک پہنچے؟ کیا حاصل کیا؟ میں نے کہا کہ اس کرسی کو جس پر تم بیٹھے ہو کہوں تو ہوا میں اڑنے لگے ابھی یہ جملہ زبان سے نہ نکلا تھا کہ کرسی معلق ہو گئی۔ بہاء الدین زکریا نے کرسی پر ہاتھ مارا اور نیچے اُتر آئے اور فرمانے لگے مولانا فرید تم تو خوب ہو گئے۔ یہاں سے میں دہلی گیا اور شیخ الاسلام قطب الدین بختیار اوشی رضؓ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ جو بات کہیں نہ دیکھی تھی وہ یہاں پائی۔ اپنے تئیں اُن کے دامن سے وابستہ کر دیا اور بیعت سے مشرف ہوا۔ تین دن تک میرے پیر مجھے نعمت پر نعمت بخشتے رہے۔ اس کے بعد فرمانے لگے کہ مولانا فرید نے اپنا کام پورا کر لیا۔ پھر میرے قریب آئے اور کلام ختم کرتے ہی نعرہ مار کر بیہوش ہو گئے اور گر پڑے۔ یک شبانہ روز اسی حالت میں رہے۔ جب ہوش آیا تو دعا گو سے مخاطب ہوئے اور فرمانے لگے مردانِ خدا ایسے ایسے مرحلے طے کر کے اس مقام کو پہنچتے ہیں۔ یہ سعادت سب لوگوں کو حاصل ہو سکتی ہے خدا کا فیض عام ہے۔ لیکن مرد ہونا چاہئے جو منزل پہ پہنچنے کی کوشش کرتا رہے۔ اس کے بعد ارشاد ہوا اے بھائی اس راہ میں

جب تک صدق سے قدم نہ رکھے اور دل نہ جلے حاشا وکلا کبھی مقام قرب تک نہیں پہنچ سکتا۔ اُس وقت یہ اشعار زبان مبارک پر آئے ؎

تو مرد رہ نرفتہ از آں ننمودند   وزنے کہ زد ایں درگہ برونکشودند

جاں درره دلہاست اگر میخواہی   تو نیز چناں بشو کہ ایشاں بودند

اور پھر کھڑے ہو گئے۔ نماز کا وقت آ گیا تھا۔ عالم تحیر میں مشغول ہو گئے۔ یہ دعا گو اور تمام لوگ اُٹھ کھڑے ہوئے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِکَ

۰ سہ شعبان دوشنبہ ۶۵۵ھ

دولت پائے بوسی حاصل ہوئی۔ مولانا ناصح الدین رضؓ پسر قاضی حمید الدین ناگوری رضؓ ناگور سے آئے ہوئے تھے اور مولانا شمس الدین برہان رضؓ بھی حاضر خدمت تھے۔ گفتگو دنیا کے بارے میں ہو رہی تھی۔ حضرت رضؓ نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ حُبُّ الدُّنْیَا رَأْسُ کُلِّ خَطِیْئَۃٍ یعنی دنیا کی محبت تمام خطاؤں کی جڑ ہے۔ پھر ارشاد ہوا قال اھل المعرفۃ مَنْ تَرَکَ الدُّنْیَا مَلَکَ وَمَنْ اَخَذَھَا ھَلَکَ۔ اہل معرفت نے کہا ہے جس نے دنیا کو چھوڑ دیا وہ اس پر حاوی ہو گیا۔ اور جس نے اسے اختیار کر لیا وہ مارا گیا۔

شیخ عبداللہ تستری رضؓ کہتے ہیں کہ مولا اور بندے کے درمیان دنیا سے بڑھ کر کوئی حجاب نہیں۔ جس قدر انسان دنیا میں مشغول ہوتا ہے اُسی قدر حق سے دور رہتا ہے۔ اگر انسان چاہے کہ بہشت کا حال معلوم کرنے لگے تو سامنے پردہ ڈال لے۔ غرضکہ ہر وقت دنیا میں منہمک رہنا ٹھیک نہیں۔ اس کے بعد فرمایا کہ میں نے شیخ الاسلام قطب الدین بختیار اوشی قدس اللہ سرہ العزیز سے سنا ہے اور وہ اپنے استاد کے حوالے سے روایت فرماتے تھے کہ جب تک

بندہ بذریعہ صیقل محبت اپنے آئینۂ قلب کو زنگار دُنیا سے پاک و صاف نہیں کرتا
اور ذکر حق تعالیٰ سے دل نہیں لگاتا اور غیر کو درمیان سے نہیں ہٹاتا اُس وقت
تک خدا تعالیٰ کو ہرگز نہیں پاتا۔

اس کے بعد ارشاد ہوا کہ "تحفۃ العارفین" میں خواجہ شبلی رحمۃ اللہ علیہ نے
لکھا ہے کہ اصل صلاحیت دل سے ہے۔ جب دل راستی پر آگیا تو انسان خود بخود
درست ہو جاتا ہے۔ پھر فرمایا کہ دل کے لئے بھی زندگی و موت ہے اور دونوں
کی علیحدہ علیحدہ صورت ہے۔ کلام اللہ میں ہے اَوَمَنْ کَانَ مَیْتًا یعنی دنیا میں
زیادہ مشغول رہنے سے دل مر جاتا ہے فَاَحْیَاہُ بِذِکْرِ الْمَوْلٰی پس زندہ کرتے
ہیں ہم اسے ذکر مولیٰ سے" پھر فرمایا کہ جب دنیا کی لذتوں اور خواہشوں اور کھانے
پینے میں مشغول ہو جاتا ہے تو غفلت اور خرابی اُس پر اثر کرتی ہے۔ اور ہوا و حرص
اُس پر غالب آجاتی ہے۔ غیر اللہ کا فکر و اندیشہ دل کو سیاہ کر دیتا ہے اور جب
دل سیاہ ہو گیا تو اس کی موت ہے۔ جس طرح وہ زمین جس میں خس و خاشاک کی
زیادتی ہو اور جو بیج کو قبول نہ کرے مُردہ کہلاتی ہے۔ اسی طرح وہ دل جس سے خدا کا
ذکر نکل گیا ہو اور جس پر دیو و پری نے غلبہ پالیا ہو اس انقلاب کے سبب مُردہ
کہلاتا ہے۔ برخلاف اس کے جب تعلق دنیا دل سے جاتا رہتا ہے اور ہوائے
نفس نابود ہو جاتی ہے اور بندہ ذکر و شغل کرتا ہے تو دل زندہ ہو جاتا ہے۔

اس کے بعد فرمایا عُمدلا میں حضرت جنید بغدادیؒ نے بھی لکھا ہے کہ
اصل اس راہ میں صلاحیت قلب ہے۔ اور یہ صلاحیت اُس وقت پیدا ہوتی ہے
جب انسان مذموماتِ دنیا، جیسے غل، غش، حسد و کبر، حرص، بخل، چھوڑ دیتا
ہے۔ ان سے بچنا دل کو طہارت کرتا ہے، درویشوں کے یہی کام ہیں اور جوہر
درویشی انہی باتوں سے ظاہر ہوتا ہے۔

اس کے بعد شیخ الاسلامؒ چشم پُر آب ہو گئے اور فرمانے لگے جو درویش دنیا میں
مصروف رہتا ہوا ور جاہ و رفعت کا طلبگار ہو سمجھ لو کہ وہ درویش نہیں بلکہ طریقت
کا مرتد ہے ۔ کیونکہ فقر نام اسی کا ہے کہ دُنیا سے اعراض کیا جائے ۔
پھر اسی محل میں فرمایا کہ ایک دفعہ میں بغداد میں خواجہ اجل سنجری رحؒ کے پاس
بیٹھا ہوا تھا ۔ وہاں اُس وقت درویشوں کی گفتگو ہو رہی تھی ۔ خواجہ اجل سنجریؒ
نے فرمایا عملہ میں خواجہ جنید رضؒ تحریر کرتے ہیں کہ درویش کے لئے مذہب فقر میں
یہ حرام ہے کہ وہ اہل دنیا سے ملت رکھے یا بادشاہوں اور سلطانوں کے پاس
آئے جائے ۔
ارشاد ہوا کہ حل اٰلغ میں لکھا ہے کہ ایک مرتبہ بادشاہ عراق نے جو تین سال
سے کسی مرض میں مبتلا تھا خواجہ شہاب تستری رضؒ کو استعانت کے لئے طلب کیا
وہ تشریف لے گئے ۔ اور اللہ تعالیٰ نے ان کی پاک دعا سے اُسے شفا دے دی ۔
مگر اس ایک ساعت کے بدلے جو بادشاہ کی صحبت میں گزری تھی وہ سات سال
تک خلقت سے عزلت گزیں رہے ۔ پھر ارشاد کیا مشائخ طریقت نے اس باب میں فرمایا
ہے صُحْبَةُ الْاَغْنِیَاءِ لِلْفُقَرَاءِ سُمٌّ قَاتِلٌ امیروں کی ہم نشینی فقیروں کے لئے زہر قاتل ہے پس حاصل اس
گفتگو کا یہ ہے کہ جسقدر تونگر لوگوں سے بچو گے اسی قدر خدا سے نزدیکی ہوتی جائیگی ۔ کیونکہ
صحبت دُنیا امراء اور گروہ کے دنوں میں استوار ہوتی ہے اس لئے اُن کی صحبت سے
نقصان پہنچتا ہے ۔ تقریب اور طریقت یہ ہے کہ درویش کے دل میں دنیا اور اہل دنیا کی
دوستی کا ذرہ بھر اثر نہ ہو ۔ فقیر کے نزدیک تمام خلق اللہ برابر و یکساں ہے ۔
اس کے بعد ذکر پر گفتگو شروع ہوئی حضرت شیخؒ نے فرمایا "درویش کو ذکر میں ایسا
محو ہونا چاہیئے کہ اُس کے بدن کا رونگٹا رونگٹا زبان بن جائے ۔ چنانچہ کتاب اسرار العارفین
میں میں نے دیکھا ہے کہ ایک دفعہ خواجہ ابو سعید ابو الخیر قدس سرہ العزیز نہایت

حضورِ باطن سے ذکر میں مصروف تھے کہ حضرت رضہ کے ہر رونگٹے سے خون فوارے
جاری ہو گئے۔ کسی گھر والے نے حضرت رضہ کے برابر لکڑی کا ایک برتن رکھ دیا۔ جب
وہ خون سے بھر جاتا تو حضرت رضہ اس کو پی لیتے۔"

یہ کہہ کر شیخ الاسلام نے دعا گو سے خطاب فرمایا کہ "اصل چیز اس راہ
میں حضوری قلب ہے۔ اور یہ حاصل نہیں ہوتی جب تک کہ لقمہ حرام سے پرہیز
اور اہلِ دنیا سے اجتناب نہ کیا جائے۔ مشائخ نے کہا ہے کہ اگر کوئی لقمہ حرام
اور مجلس ملوک واہلِ دنیا سے پرہیز نہ کرے تو اس کو گلیم پہننے کی اجازت نہیں
کیونکہ یہ انبیاء (صلوات اللہ علیہم اجمعین) کا لباس رہا ہے اور تمام ابدال۔ اوتاد
و زہاد نے اس کو اوڑھا ہے۔ گلیم کی قدر موسیٰ کلیم اللہ ع جانتے ہیں۔ آدم صفی اللہ ع
جانتے ہیں۔ ابراہیم خلیل اللہ ع جانتے ہیں۔ محمد حبیب اللہ ع جانتے ہیں۔

پھر فرمایا شیخ الاسلام قطب الدین بختیار قدس اللہ سرہ العزیز کا بیان ہے
کہ میں خواجہ مودود چشتی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں دس سال تک حاضر رہا۔
میں نے کبھی نہ دیکھا کہ حضور رضہ کسی بادشاہ یا امیر کے گھر گئے ہوں۔ حضرت رضہ ہی کا
قول ہے کہ جو درویش کسی بادشاہ یا امیر کے در پر جایا جائے اس سے گلیم اور تمام
اسباب درویشی چھین لینا چاہئے اور کہہ دینا چاہئے کہ درویشی کا نام لینا ترک
کرے۔ اگر نہ مانے تو اس کے جامہ و گلیم کو آگ میں جلا دے۔ کیونکہ جو فقیر اہلِ دنیا
میں جاتا اور ان میں مل جل کر بیٹھتا ہے وہ درویش نہیں۔ مدعی کذاب ہے۔
میں نے بعض اہلِ طریقت کو دیکھا ہے کہ جب انہیں کوئی حاجت یا مصیبت
پیش آئی انہوں نے گلیم اتار کر علیحدہ رکھ دیا۔ اس کے بعد گلے میں زنجیر ڈال کر
حق تعالیٰ سے مناجات شروع کی۔ مہم طے ہو گئی۔"

پھر شیخ الاسلام نے مجھ کو مخاطب کیا اور فرمایا "جو یالوں کا جامہ پہنے

اُسے چرب و شیریں کھانا نہ کھانا چاہیے اور نہ اہلِ دنیا میں خلط ملط ہونا چاہیے
اگر کوئی ایسا نہیں کرتا وہ اولیاء کے لباس کا زائق ہے
اس کے بعد ارشاد کیا "میں نے آثار العارفین میں دیکھا ہے کہ خواجہ ذوالنون مصری رضؓ کا کوئی درویش مرید بادشاہ کے ہاں بہت آمد و رفت رکھتا تھا۔ خواجہ صاحب نے اسے بلوایا اور اس سے لباسِ فقر لے کر آگ میں ڈال دیا۔ اور بہت غضبناک ہو کر فرمایا۔ اولیاء و انبیاء کے لباس کو خبیثوں میں دکھاتا پھرتا ہے اور پھر ارادہ ہے کہ اسی سے خدا کے سامنے جائے"
پھر فرمایا "کہتے ہیں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ تین کپڑے پہنا کرتے تھے جب نماز کا وقت آتا تو اوپر کا اور نیچے کا لباس اُتار دیتے اور بیچ کے کپڑوں سے عبادت الٰہی ادا کرتے کسی نے سبب پوچھا۔ فرمایا "اوپر کے پیراہن میں خلق کی نظر پڑنے کے سبب ریا و رسم کا شائبہ پیدا ہو گیا ہے اور اندر کے لباس میں حرص و حسد اور غل و غش کی بُو آتی ہے بیچ کے کپڑے ان دونوں باتوں سے پاک ہیں۔ اسی لئے انہی سے نماز پڑھنی پسند کرتا ہوں" اس کے بعد شیخ چشم پُرآب ہو گئے اور بولے متقدمین کا یہ حال رہا جب منزل مقصود تک پہنچے نماز کا وقت آ گیا تھا شیخ اس میں مشغول ہو گئے اور سب اُٹھ کھڑے ہوئے۔ الحمدللہ علیٰ ذالک
اسی ماہ اور اسی سنہ کی ۲۷ تاریخ کو پھر سعادت پائے بوسی نصیب ہوئی۔ شیخ جمال الدین متوکل۔ شمس دبیر۔ شیخ نجم الدین اور کئی عزیز حاضر تھے۔
شب معراج اور اس کی فضیلت پر بحث چھڑ گئی حضرت شیخؒ نے فرمایا "راتوں میں سب سے افضل رات ۲۷ رجب کی ہے جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم معراج پر پہنچے۔ جو شخص اس شب کو بیدار رہے تو اس کے لئے بھی وہ شب معراج ہے اور سے بھی سعادت معراج حاصل ہوتی۔ اور اس کا ثواب

اُس کے نامۂ اعمال میں لکھا گیا۔

اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ "ایک دفعہ میں نے بغداد کا سفر کیا جب شہر میں پہنچا تو میں نے ہر شخص سے وہاں کے بزرگوں اور اُن کے ٹھکانوں کا پتہ پوچھنا شروع کیا۔ آخر ایک درویش کا پتہ لگا کہ وہ دجلے کے کنارے رہتے ہیں۔ میں ان کی خدمت میں حاضر ہوا تو وہ اُس وقت نماز پڑھ رہے تھے۔ ٹھہر گیا اور اُن کی فراغت کا انتظار کرنے لگا۔ جب وہ فارغ ہوئے تو میں نے آداب عرض کیا۔ اشارہ فرمایا کہ بیٹھ جاؤ۔ بیٹھ گیا۔ ایسا باعظمت و باہیبت چہرہ تھا کہ کبھی دیکھنے میں نہیں آیا چودھویں رات کے چاند کی طرح تاباں۔ دریافت فرمایا کہاں سے آتے ہو؟ عرض کی اجودھن سے۔ فرمایا جو درویش کے پاس ارادات سے آئیگا وہ کبھی نہ کبھی بزرگ ہوگا یہ جملہ سُن کر میں نے سر جھکا لیا۔ فرمانے لگے مولانا فرید! میں پچاس سال سے غار میں مقیم ہوں۔ خار و خاشاک غذا ہے اور بندہ خواجہ جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد سے ہے کل ماہ رجب کی ۲۷ تاریخ تھی۔ میں رات بھر جاگتا رہا۔ اگر سنو تو اس رات کی کیفیت بیان کروں۔ میں نے نہایت ادب سے عرض کی "فرمایئے" کہا تیس سال گزر گئے میں نہیں جانتا کہ رات کہاں آتی ہے۔ میرا پہلو زمین پر نہیں ٹکا۔ لیکن کل شب مصلّے پر لیٹ کر سو گیا۔ خواب میں دیکھا کہ ستر ہزار مقرب فرشتے زمین پر آئے اور میری روح کو اوپر لے گئے۔ جب آسمان اوّل پر پہنچا تو دیکھا کہ فرشتے کھڑے ہیں۔ اور ایک طرف نگاہ جمائے یہ پڑھ رہے ہیں "سُبحان ذی المُلک والملکوت" ندا آئی کہ جس دن سے یہ پیدا ہوئے ان کی یہی تسبیح ہے۔ بعد ازاں میری روح آگے بڑھائی گئی اور آسمانِ دوم پر پہنچی۔ پھر تیسرے پر پھر چوتھے پر پھر پانچویں پر وغیرہ۔ جہاں گیا خدائے تعالیٰ عزّ وجل کی قدرت کے عجیب عجیب تماشے دیکھے کہ تعریف نہیں ہو سکتی۔ جب عرش سامنے آیا تو حکم ہوا بس ٹھیر جاؤ۔ جملہ اولیا و انبیا

حاضر تھے۔ اپنے جدامجد حضرت جنیدؒ کو دیکھا کہ سر جھکائے بالکل خاموش کھڑے ہیں۔ آواز آئی "اے فلاں" میں نے کہا "لبیک اے بار خدایا!" فرمایا شاباش تو نے عبادت کا حق خوب ادا کیا۔ اب تیری محنت کا صلہ یہ ہے کہ تجھے علیین میں جگہ دی جاتی ہے۔ میں بیحد خوش ہوا اور سجدے میں گر پڑا۔ ارشاد ہوا "سر اٹھاؤ" میں نے سر اٹھایا اور عرض کیا "کیا آگے بڑھ سکتا ہوں؟" جواب ملا "بس ابھی تمہاری معراج یہیں تک تھی۔ اگر اپنے کام میں اور ترقی کروگے تو یہاں بھی تمہارا درجہ بڑھ جائے گا تم سے جو کامل تھے ان کی حجاب عظمت تک رسائی ہے" یہ سن کر میں نے خواجہ جنیدؓ کی طرف رخ کیا اور اپنے سر کو ان کے قدموں پر رکھدیا۔ دیکھتا کیا ہوں وہ خود سربسجود ہیں۔ میں نے پوچھا کہ "اے جد من یہ کیا ماجرا ہے؟" کہا جب تیری یہاں بلاہٹ ہوئی تو میں اس فکر میں پڑ گیا کہ کہیں میرے خلاف تو عمل میں نہیں آنے والا۔ مجھے گمان تھا کہ تجھسے کوئی تقصیر ہوئی ہے اور میں اس کے سبب شرمندہ کیا جاؤں گا کہ نبیرہ جنید نے ایسا کیا"

اس کے بعد میری آنکھ کھل گئی۔ پس اے فرید! جو شخص خدا کا کام کرتا ہے خدا اس کے کام بنا دیتا ہے۔ اس لئے چاہیئے کہ انسان اپنے فرائض کی ادائیگی میں ہمت سے بڑھ کر منہمک ہو۔ اور فرمایا جو شخص شب زندہ دار رہے اسے یہ سعادت حاصل ہو سکتی ہے۔

یہ دعاگو کچھ دن تک ان بزرگ کی خدمت میں رہا۔ وہ نماز عشاء کے بعد نوافل پڑھنے لگتے تھے اور ایسے پاؤں باندھ کر کھڑے ہوتے کہ صبح ہو جاتی۔

اس کے بعد شیخ الاسلام نے فرمایا کہ اس شب میں سو رکعتیں آئی ہیں ہر رکعت میں الحمد کے بعد سورۂ اخلاص پانچ بار۔ اور اختتام نماز پر سو دفعہ درود شریف۔ اب جو دعا مانگی جائیگی قبول ہوگی انشاء اللہ تعالیٰ

پھر ارشاد ہوا کہ میں نے شیخ معین الدین سنجری رضؓ سے سُنا ہے کہتے تھے کہ یہ شب شب رحمت ہے۔ جو اس میں جاگتا ہے نعمتہائے خداوندی سے محروم نہیں رہتا۔ بعدازاں کہا" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ اس رات ستر ہزار فرشتے نور سے بھرے ہوئے طباق لیکر آسمان سے زمین پر آتے ہیں اور ہر ہر گھر میں گھس کر جو بیدار ہوتا ہے اُس پر انہیں ڈال دیتے ہیں۔ شیخ الاسلام یہ بات کہہ کر چشم پُر آب ہوگئے اور فرمانے لگے کہ" نہ معلوم لوگ کیوں ان نعمتوں کو حاصل نہیں کرتے اور خدا کی عبادت سے غافل رہتے ہیں۔ یہی گفتگو جاری تھی کہ شیخ بدرالدین غزنوی رضؓ چھ درویشوں کو ساتھ لیئے ہوئے آئے اور اظہار آداب کرنے لگے۔ حضرت شیخ الاسلام رضؓ نے فرمایا بیٹھ جاؤ۔

سماع کی بحث

سماع پر بحث چھڑ گئی۔ سب چُپ تھے۔ شیخ جمال الدین ہانسوی رضؓ نے فرمایا کہ" سماع دلوں کے لئے موجب راحت ہے۔ اس سے اہل محبت کو جو دریائے آشنائی میں تیرتے رہتے ہیں جنبش و حرکت ہوتی ہے" شیخ الاسلام نے جواب دیا" بیشک عاشقوں کی رسم یہی ہے کہ جب محبوب کا نام سُنتے ہیں مزہ لیتے ہیں" اسپر شیخ بدرالدین غزنوی رضؓ نے عرض کی کہ" حضرت اسماع والوں پر بیہوشی کیوں طاری ہوجاتی ہے؟" شیخ الاسلام نے فرمایا" جس دن سے وہ ندائے اَلَستُ بِرَبِّکُم سُن کر بیہوش ہوئے ہیں سُرور و بیہوشی اُن کے خمیر میں ڈال دی گئی ہے۔ اس لئے آج بھی جب اُن کے کان میں کوئی اچھی آواز آتی ہے وہ مست ہوجاتے ہیں" شمس دبیر رضؓ نے سجدۂ تعظیم بجا لاکر پوچھا کہ حضور ندائے اَلَستُ بِرَبِّکُم کے وقت تمام روحیں ایک جگہ تھیں یا علیحدہ علیحدہ؟"

فرمایا "سب ایک جگہ" سوال ہوا "پھر یہ ہندو، یہودی، آتش پرست وغیرہ کیسے بنا گئے ہیں؟" شیخ الاسلام رض نے ارشاد کیا "امام غزالی رح لکھتے ہیں کہ جب حضرت حق نے ندائے اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ بلند کی تو تمام روحیں برابر برابر تھیں لیکن اس کے سنتے ہی چار صفیں ہو گئیں۔ پہلی صف نے دل و زبان دونوں سے کہا "بَلٰی" یعنی بیشک تو ہمارا پروردگار ہے اور فوراً سجدے میں گر پڑی۔ اس میں انبیاء اولیاء صدیقین اور صالحین تھے۔ دوسری صف کے دل نے تسلیم کیا مگر زبان سے نہ نکلا لیکن سجدہ اس نے بھی دیا۔ یہ وہ ہیں جن کی پیدائش کفار میں ہوئی۔ مگر خاتمہ ایمان و اسلام کے ساتھ۔ تیسرے گروہ نے زبان سے کہا مگر ان کے دل کو قبول نہ ہوا سجدہ کر گئے مگر پھر پچتائے کہ یہ کیا جہالت کی۔ یہ مسلمان پیدا ہوئے اور کافر مرے عیاذاً باللہ منہا۔ چوتھی صف نے نہ دل سے کہا نہ زبان سے اور سجدے میں بھی نہیں شریک ہوئے۔ یہ اول و آخر مشرف اقرار سے محروم رہے۔" جب شیخ الاسلام یہاں تک بیان کر چکے تو پھر پہلی بحث شروع ہوئی۔ فرمایا کہ سماع میں جو لوگ بیہوش ہو جایا کرتے ہیں یہ وہی ہیں جو ندائے اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ سن کر بیہوش ہو گئے تھے۔ وہی چیز ان میں اب تک موجود ہے۔ جب دوست کا نام سنتے ہیں تو حیرت، ذوق، بیہوشی کا ظہور ہونے لگتا ہے اور یہ سب معرفت کی باتیں ہیں۔ یعنی جب تک دوست کی شناخت نہ ہو جائے۔ خواہ ہزار سال عبادت کیا کرے اس میں لطف نہیں آئے گا۔ کیونکہ اسے معلوم ہی نہیں کہ میں طاعت کس کی کر رہا ہوں۔ اور طاعت کا مقصود یہی ہے کہ جو اہل سلوک و اہل عشق کہہ گئے ہیں کلام مجید میں ہے۔ "مَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ۔" اس کے معنی امام زاہد لکھتے ہیں کہ "نہیں پیدا کیا جن و انس کو مگر اس واسطے کہ وہ بندگی کریں" اہل سلوک کا قول ہے

کہ لِیَعْبُدُوْنَ اسے لِیَعرِفُوْنَ یعنی عبادت کرنے کے لئے یا معرفت کے لئے کیونکہ جب تک معرفت نہ ہوگی لطفِ عبادت کیا ملیگا۔ عشق مجازی میں دیکھو تو جب تک کوئی کسی کو دیکھتا نہیں عاشق نہیں ہوتا۔ اور عاشق ہونے کے بعد محبوب کے متعلقین کی مدد کے بغیر محبوب تک رسائی نہیں ہوتی۔ اسی طرح حقیقت و طریقت کا حال ہے کہ جب تک خدائے عزوجل کو نہیں پہچانتا اور اس کے اولیاء سے دوستی نہیں کرتا یعنی اپنے آپ کو ان کے پلّے سے نہیں باندھ دیتا طاعت و عبادت میں کیفیت نہیں پاتا۔ اس کے بعد شیخ الاسلام ذکراللہ بالخیر نے فرمایا ندائے اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ سے مراد یہی شناخت دوست ہے۔ یکایک محمد شاہ نامی حضرت احد کرمانی رحؒ کے سامنے گانے والا ایک قوال بھی اپنی ٹولی کے ساتھ آگیا۔ شیخ جمال الدین ہانسوی رحؒ اور شیخ بدرالدین غزنوی رحمۃ اللہ علیہما حاضر تھے۔ حضرت نے قوالوں سے فرمایا کچھ سناؤ۔ انہوں نے گانا شروع کیا۔ شیخ الاسلام رحؒ کھڑے ہوگئے اور رقص کرنے لگے۔ ایک دن رات یہی حالت طاری رہی۔ نماز کے وقت نماز پڑھ لیتے اور پھر سماع میں آجاتے۔ غزل یہ تھی

ملامت کردن اندر عاشقی است | ملامت کے کند آں کس کہ بیناست
نہ ہر تر دامنے را عشق زیبد | نشانِ عاشقی اندوہ پیداست
نظامی تا توانی پارسا باش | کہ نورِ پارسائی شمعِ دلہاست

ہوشیار ہوئے تو سلوک پر گفتگو چھڑ گئی۔ فرمایا اہلِ سماع وہ لوگ ہیں جن پر حالت تحیّر و استغراق ہیں اگر سو ہزار تلواریں چلائی جائیں تو بھی انہیں مطلق خبر نہ ہو جس وقت انسان دوست کی محبت میں محو ہوتا ہے اُسے دنیا و مافیہا کی سوجھ نہیں رہتی۔ کوئی آئے کوئی جائے وہ نہیں جانتا کہ کیا ہوا۔

اس کے بعد چند درویشوں نے حضرت رحؒ کی خدمت میں عرض کی کہ ہم مسافر ہیں

جانا چاہتے ہیں، مگر خرچ نہیں ہے۔ شیخ الاسلامؒ کے سامنے کچھ خستہ کھجوریں رکھی تھیں
وہی اٹھا کر درویشوں کو دیدیں۔ اور کہا جاؤ۔ جب درویش باہر آئے۔ انہوں نے
آپس میں کہنا شروع کیا کہ ان خستہ کھجوروں کو کیا کریں۔ لاؤ یہیں پھینک چلیں
پھر جو دیکھا تو وہ کھجوریں نہ تھیں اشرفیاں تھیں۔ مؤذن نے اذان دی۔ خواجہ
نماز میں مشغول ہوئے۔ اور میں سب کے ساتھ رخصت ہو کر چلا آیا۔

۹ر شعبان ۶۵۵ھ روز پنجشنبہ

رسم مقراض رانی

دولت قدمبوسی حاصل ہوئی۔ شیخ جمال الدین ہانسویؒ
حاضر خدمت تھے اور بال کترنے پر بحث ہو رہی تھی
ارشاد ہوا میں نے سیر العارفین میں پڑھا ہے کہ جب کوئی مسلمان چاہے کہ
کسی پیر کا مرید ہو تو اول غسل کرے اور اگر بن سکے تو رات بھر جاگے اور اپنی
بھلائی کے لئے حضرت حق میں ملتجی رہے۔ اگر یہ ممکن نہ ہو تو خیر جمعرات کے دن
چاشت کے وقت یا دوشنبے کو سہی۔ سب دوستوں اور عزیزوں کو جمع کر کے پیر کے
پاس جائے۔ پھر پیر قبلہ رو ہو کر بیٹھے۔ اور دو رکعت استخارہ پڑھے۔ اس کے بعد
مرید کو سامنے بٹھا کر آیات متبرکہ پڑھے اور اس پر پھونکے اور مرید سے استغفار کرائے
اور مستقبل قبلہ بٹھا کر قینچی ہاتھ میں لے اور تین مرتبہ باواز تکبیر کہے۔ قینچی چلانے
کے متعلق مشائخ میں اختلاف ہے۔ بعضے کہتے ہیں کہ تکبیر پڑھتے وقت نفس امارہ
کی طرف متوجہ ہو اور سمجھے کہ آج اس سے جنگ کرنی ہے۔ بالکل وہی حالت ہو
جیسی ایک غازی لشکر اسلام کی لڑائی کے وقت ہونی چاہئے تکبیر با جہر سے مدد
کے لئے فرشتے اتر آتے ہیں، پھر لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْم
پڑھے اور کوئی وسوسہ نہ آنے دے۔ تیسری تکبیر سے فارغ ہو کر ایک بار کلمہ توحید

اور بیس ۲۰ دفعہ درود شریف اور ایک دفعہ استغفار پڑھے جب سب کچھ ہو چکے تو ایک بال مرید کی پیشانی سے لے اور کہے "بادشاہوں کے بادشاہ! تیری درگاہ سے بھاگا ہوا غلام پھر تیرے حضور میں آیا ہے اور چاہتا ہے کہ تیری عبادت کرے اور جو کچھ نامنزا ہے اس سے بیگانہ ہو جائے۔ اس کے بعد ایک بال پیشانی کی دائیں طرف سے اور ایک بائیں طرف سے کترے"

دوسرا گروہ کہتا ہے کہ صرف ایک بال پیشانی سے لیلے زیادہ کی ضرورت نہیں حسن بصری رضؓ امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک ہی بال لینا بہتر ہے۔ حضرت علیؓ اہل صُفّہ کے خلیفہ ہیں اور یہ حدیث ان کی شان میں آئی ہے اَنَا مَدِیْنَۃُ الْعِلْمِ وَعَلِیٌّ بَابُھَا۔ اس کے بعد دعاگو نے عرض کی کہ حضور یہ قینچی چلانے کی رسم کہاں سے پیدا ہوئی؟ فرمایا حضرت ابراہیم علیہ السلام سے صلی اللہ علیہ وعلی نبینا اور انھیں تلقین کیا تھا جبرئیل علیہ السلام نے۔ پھر اسی کے متعلق ارشاد فرمایا۔ ایک دن حبیب عجمی اور حسن بصری رحمۃ اللہ علیہما دونوں بیٹھے ہوئے تھے، کوئی شخص آیا اور بولا۔ میں فلاں فلاں کا مرید ہوں۔ آپ نے پوچھا تمہارے پیر نے تمہیں کیا تعلیم دی ہے؟ اس نے کہا میرے پیر نے بال تو کترے تھے باقی تعلیم وغیرہ کچھ نہیں دی۔ دونوں بزرگوں نے چلا کر کہا "ھُوَ مُضِلٌّ وَضَالٌّ" یعنی وہ خود بھی گمراہ ہے اور اوروں کو بھی گمراہ کرتا ہے۔ اس واقعے سے معلوم ہوا کہ پیر کو چاہیئے کہ مرید کرنے سے پہلے مرید کو جانچ لے"

اس کے بعد شیخ الاسلام نے تمام حاضرین سے خطاب کیا کہ شیخ ایسا ہونا چاہیئے کہ جب کوئی اس کے پاس بہ نیت ارادت آئے تو نظر تو معرفت سے ارادتمند کے سینے کو صیقل دیدے تاکہ اس میں کسی قسم کی کدورت باقی نہ رہے اور مانند آئینے کے روشن ہو جائے۔ اگر یہ قوت نہیں ہے تو مرید نہ کرے۔ کیونکہ اس سے بجائے گمراہ کو

کیا حاصل ہوگا۔

نفس امّارہ، لوّامہ اور مطمئنہ

ارشاد ہوا جب کسی پیر یا صاحب ولایت کی مریدی کی خواہش کرے تو چاہئے کہ پہلے اُس کے نفوس ثلٰثہ کی حرکات وسکنات پر غور کرے اور دیکھے کہ کہیں وہ پوشیدہ طور پر نفس امّارہ کے قبضے میں تو نہیں ہے۔ کیونکہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے وَمَا اُبَرِّئُ نَفْسِیْ اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَۃٌ بِالسُّوْءِ الخ۔ پھر نفس لوّامہ پر توجّہ کرے کہ کہیں اس میں تو مبتلا نہیں۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے وَلَآ اُقْسِمُ بِالنَّفْسِ اللَّوَّامَۃِ۔ اس کے بعد نفس مطمئنہ پر نظر ڈالے قال اللہ تعالیٰ یَا اَیَّتُھَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّۃُ ارْجِعِیْ اِلٰی رَبِّکِ رَاضِیَۃً مَّرْضِیَّۃً۔ پھر قلب کو دیکھے کہ وہ بھی سلیم ہے یا نہیں۔ ان سب مرحلوں سے فارغ ہوکر اپنے ضمیر کو روشن کرے اور ہاتھ دیدے

اگر کوئی شخص سُنّت اہل سلوک کے مطابق مقراض رانی اور مقراض گیری نہیں جانتا نہ گمراہ ہے اور اُس غریب کو بھی ضلالت میں ڈالتا ہے جو اس کا مرید ہوتا ہے۔ یہ جملہ کہہ کر شیخ الاسلام چشم پُرآب ہوگئے اور فرمانے لگے جبدن بشر حافی رضؓ نے توبہ کی تھی اُس روز کا قصّہ ہے کہ آپ پشیمان ہوتے ہوئے خواجہ جنید بغدادیؒ کی خدمت میں آئے اور اُن کے ہاتھ پر تائب ہوئے۔ حضرت شیخ نے رسم مقراض اور خرقہ آپ کو تعلیم کی۔ اس کے بعد بشر حافی رضؓ چلے آئے۔ اور جتنے زمانے تک جئے برہنہ پا رہے۔ پوچھنے والے نے پوچھا خواجہ جوتی کیوں نہیں پہنتے؟ فرمایا میری مجال نہیں کہ بادشاہوں کے فرش پر جوتی پہن کر پھروں۔ ایک تو سبب یہ ہے۔ دوسرا بھی سُن لیجئے۔ جس دن خدائے عزوجل سے معاملہ کیا ہے اُس روز ننگے پیر تھا۔ اس لئے اب جوتی پہنتے ہوئے شرم آتی ہے۔

اس کے بعد ارشاد ہوا کہ اہل سلوک کا قول ہے کہ جو شیخ مریدوں کو قانون مذہب و سنت جماعت پر نہیں چلاتا۔ اور اپنی حالت کتاب اللہ اور سنت رسول اللہؐ کے موافق نہیں رکھتا وہ رہزن ہے۔ دھوئیں سے آگ کا پتہ چلتا ہے اور مرید سے پیر کا۔ یہ جو بیسیوں آدمی گمراہی میں پڑے دکھائی دیتے ہیں پس اسکی وجہ کیا ہے کہ ان کو پیر کامل نہیں ملے۔ مقراض کا معاملہ ایک الٰہی رمز ہے۔ جس کا انکشاف کسی پر نہ ہوا۔ اگرچہ بعضوں نے مطلب برآری کی ہے کہ اس قینچی سے بندے اور مولیٰ کے درمیان جو پردے ہوتے ہیں وہ کٹ جاتے ہیں۔ پھر فرمایا۔ مؤمن کے دل کی درگاہ خداوندی میں بڑی قدر و منزلت ہے لیکن لوگ اس کی اصلاح نہیں کرتے۔ یقیناً وہ ضلالت اور گمراہی میں ہیں۔ رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے قَلْبُ الْمُؤْمِنِ عَرْشُ اللّٰہِ تَعَالٰی۔ مؤمن کا دل اللہ تعالےٰ کا عرش ہوتا ہے۔ بعد ازاں ارشاد کیا کہ جس درویش کے آگے الٰہی حجاب کے ستر پردے پڑے ہوتے ہوں جس کو ذرا سی روشنی نہ پہنچی ہو۔ جو مقراض اور خرقے کا علم نہ رکھتا ہو وہ اگر چاہے کہ لوگ اس کے مرید ہوں تو سمجھ لو گمراہ ہے اور دوسروں کو گمراہ کرتا ہے۔ درویش کو عالم اور صاحب قوت ہونا چاہیئے۔ تاکہ مقراض چلانے اور خرقہ دینے میں اس سے کوئی فعل خلاف سنت و جماعت نہ سرزد ہو جائے۔ اس کے بعد فرمایا کہ خواجہ شقیق بلخی رحمۃ اللہ علیہ دلیل الشافی میں لکھتے ہیں۔ جو فقیر خلق سے علیحدہ نہ رہتا ہو۔ جان لو کہ وہ خدا سے دور ہے۔ کیونکہ عوام کی صحبت فقیر کے لئے خالی از مضرت نہیں۔ اس سے سالک مولیٰ کے راستے میں پیچھے رہجاتا ہے۔ چنانچہ میں نے سلک سلوک مصنفہ خواجہ بایزید بسطامیؒ میں پڑھا ہے کہ سالک راہ طریقت کو چاہیئے کہ بے ضرورت گھر سے نہ نکلے

اور لوگوں میں زیادہ نشست برخاست نہ رکھے۔ ہاں مجلس علماء میں جائے مگر
وہاں بھی فضول گفتگو نہ کرے۔ پھر دیکھئے کہ اُس کی عبادت کیا رنگ لاتی ہے
اور اُس کا ضمیر کس قدر روشن و منور ہو جاتا ہے۔ اس کے بعد ارشاد ہوا کہ
جب پیر مرید کے سر پر قینچی چلائے تو پہلے مرید کو نہلا دے اور پھر اُس کے مُنہ
میں اپنے ہاتھ سے کچھ شیرینی دے اور تین دفعہ کہے کہ اے خدا اپنے بندے کو
اپنی طلب میں پُر لطف ذوق بخش۔ اس کے بعد اگر خلوت مناسب سمجھے تو
خلوت کرے ورنہ سکوت و ارادت کی تعلیم دے

بعد ازاں ارشاد ہوا کہ اسرار العارفین میں لکھا ہے کہ خلوت بعض کے
نزدیک چالیس دن کی ہونی چاہیئے اور بعض کے نزدیک ستر دن کی۔ اور بعض کے
کے نزدیک ننانوے دن کی۔ لیکن ننانوے دن کی خلوت معتبر ہے جو شیخ عبداللہ
تستری رض سے مروی ہے۔ مگر طبقہ جنیدیہ میں بارہ سال آئے ہیں اور طبقہ بصیریہ
میں تین۳ سال۔ ریاضت سے مطلب یہ ہے کہ نفس امارہ مغلوب ہو۔ اور
گوشہ نشینی سے مراد یہ کہ سگِ نفس کو محبوس کیا جائے۔ بہت سے مشائخ کے
نزدیک مراقبہ کرنا ہی سلوک ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ تنہائی میں سوائے مراقب ہونے
کے کچھ نہ کرو۔ عزلت نشینی کے وقت سر کو کپڑے سے ڈھک لینا چاہیئے۔ تاکہ
اُس کی برکت سے اس میں روشنی پیدا ہو جائے۔ خرقہ انہی کاموں کے لئے دیا جاتا ہے

تلقین ذکر

بعض مشائخ نے کہا ہے۔ مثلاً خواجہ فضیل عیاض و خواجہ حسن بصری رضی اللہ عنہما
کہ پیر کو لازم ہے کہ اول اپنی ٹوپی مرید کے سر پر رکھدے۔ پھر اس کے بعد تلقین ذکر
کرے۔ ذکر تین ہیں ۱ اول لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ۔ دوئم سُبحانَ اللہِ وَالحَمدُ لِلہ

وَلَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَر۔ سوتم یَا حَیُّ یَا قَیُّوْمُ۔

اگر پہلا ذکر اختیار کیا جائے تو اس کا قاعدہ یہ ہے کہ ۱۰ دفعہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہے اور دو سویں دفعہ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ۔ پھر اکیس دفعہ سُبْحَانَ اللّٰہِ پڑھے بعد ازاں تیس دفعہ یَا حَیُّ یَا قَیُّوْمُ۔ لیکن یہ سب اس طرح پڑھنا چاہیے کہ حاضرین بھی سنیں اور ذوق حاصل کریں لیکن ایسا چیخکر نہیں کہ دوسرے گھروں تک آواز جائے۔ اس کے بعد فرمایا کہ طبقۂ جنیدیہ میں بارہ دفعہ کا حکم ہے۔ اور میں بھی اس سے متفق ہوں۔ پھر ارشاد ہوا کہ "ذکر اس شان میں کرنا چاہئے کہ بدن کا رونگٹا رونگٹا زبان کا کام دے۔ حضرت یحییٰ علیہ السلام جب ذکر کرتے تھے تو ایسے بےخود ہو جاتے تھے کہ صحرا کی طرف مُنہ کر لیتے اور غلبات شوق سے چلا چلا کر پکارتے کہ "اے وہ جو مکان سے منزّہ اور پاک ہے چل میرا دل تیرے ذکر سے پُر ہو گیا۔ اگر سوائے تیرے نام کے کوئی لفظ میری زبان سے نکلے تو میں مر جاؤں"۔

بعد ازاں فرمایا کہ خواجہ یوسف چشتی رضی اللہ عنہ نے شرح الاسرار میں لکھا ہے کہ حضرت ذوالنون مصری رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ شیخ و مرید کی مثال دایہ اور بچے کی سی ہے جس طرح بچہ کوئی بدخوئی کی حرکت کرتا ہے تو دایہ اسے دوسرے اچھے کاموں میں مشغول کر کے خوش دل اور نیک بنانے کی سعی کرتی ہے اسی طرح پیر بھی مرید سے کبھی ذکر کراتا ہے اور کبھی قرآن پڑھواتا ہے تاکہ کہیں اس کا دل کسی خراب بات کی طرف نہ لگ جائے"۔ اس کے بعد فرمایا "ہاں یہ بھی ارشاد ہے کہ فقیر کو اہل دنیا کے ساتھ زیادہ خلا ملا نہ ہو۔ ان سے بہت صحبت نہ رکھے۔ کیونکہ ان کی صحبت سے فقیر کا دل پریشان ہو جاتا ہے۔ کوئی چیز درویش کے لئے تونگروں کی صحبت سے بڑھ کر مضر نہیں۔ فقیر کے دین و دنیا گوشے ہی میں ٹھیک ہوتے ہیں"۔ پھر فرمایا کہ بس پیر و مرید کی یہ کیفیت ہونی چاہئے جو اس وقت

بیان کی گئی۔ اگر کسی کو ایسا شیخ کامل نہ ملے جس کی کتب اہل سلوک پر نظر ہو یا جو پورے طور سے بزرگان سلف کی اتباع نہ کر سکتا ہو تو سوچ سمجھ کر مرید ہونا چاہیئے پھر فرمایا کہ شیخ پر واجب ہے کہ مرید کو وصیت کرے کہ وہ بادشاہوں اور امیروں کی صحبت سے بچے اور طالب شہرت و ثروت نہ بنے۔ زیادہ گوئی سے احتراز کرے۔ اور بے حاجت کہیں نہ جائے۔ کیونکہ یہ سب باتیں دنیا والوں کی ہیں۔ اور حُبِ دنیا کل خطاؤں کی جڑ ہے۔ حُبُّ الدُّنْیَا رَأْسُ کُلِّ خَطِیْئَۃٍ۔ پھر فرمایا کہ سجادے کو ضرورت بے ضرورت نہ چھوڑنا چاہیئے۔ کیونکہ اصحاب طریقت کہہ گئے ہیں کہ جب کوئی شخص روز روز طلب دنیا میں پھرتا ہے تو اُسے علم حلال و حرام نہیں رہتا۔ اور اگر کوئی صوفی سلوک و سجادے کو چھوڑ کر کوچہ و بازار کا چکر لگاتا ہے تو وہ بھی کھوکھلا ہو جاتا ہے۔

اس کے بعد ارشاد ہوا کہ ابو بکر شبلیؒ فرماتے ہیں کہ راہِ قبول پر چلنے والے کی علامت یہ ہے کہ جس طرح ہو جمعے کی شب کو جاگ کر گزارے اور اُس میں ذکر یا تلاوت یا نماز خوانی کرتا رہے لیکن نماز پڑھنی افضل ہے کیونکہ ارشاد ہے اَلصَّلٰوۃُ مِعْرَاجُ الْمُؤْمِنِیْنَ۔ اس کے بعد فرمایا کہ اہل سلوک کا قول ہے کہ اصل سلوک ریاضت اور ثمرۂ ارادت ہے۔ اس لیے بندے کو چاہیئے کہ جہاں تک ہو سکے ہمنشینی اغنیاء و ملوک سے محترز رہے اور نفسانی خواہشات کو ملے۔ اور صالحین کی صحبت اختیار کرے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث ہے۔ صُحْبَۃُ الصّٰلِحِیْنَ نُوْرٌ وَّ رَحْمَۃٌ بِالْغَیْبِ

(الحمد للہ علیٰ ذالک)

۱۱ شعبان ۶۵۵ھ

استغراق و بیخودی

دولت پا بوسی نصیب ہوئی۔ اُن لوگوں کا تذکرہ جاری تھا جو نماز میں مشغول ہوتے ہیں تو بہ سبب استغراق

خود کو بھی بھول جاتے ہیں۔ حضرت رض نے فرمایا جب میں غزنی میں مسافر تھا تو میں نے
چند درویشوں کو دیکھا کہ بحد ذاکر و شاغل تھے۔ شب کو انہیں کے پاس قیام کیا۔
صبح نزدیک کے ایک حوض پر وضو کرنے گیا۔ دیکھتا کیا ہوں کہ وہاں ایک اور نہایت
ضعیف بزرگ بیٹھے ہیں۔ میں نے اُن کا حال دریافت کیا۔ کہنے لگے بہت عرصے سے
مجھے عارضہ شکم ہے۔ اس نے یہ کیفیت کر دی ہے۔ میں نے وہ دن اُن کی صحبت میں گزارا
جب رات آئی تو معلوم ہوا کہ ہر شب ایک سو بیس رکعت نماز پڑھتے ہیں۔ جتنی
مرتبہ قضائے حاجت کے لئے جاتے اُتنی دفعہ آ کر فوراً غسل کرتے اور دوگانہ نماز
پڑھتے۔ چنانچہ میں نے اس کا خوب تجربہ کیا۔ ایک دن اسی طرح وہ غسل کرنے تالاب
میں اُترے۔ اور اُس میں سے نکل کر جان بحق تسلیم ہو گئے۔ یہ کہہ کر شیخ الاسلام رونے لگے
اور ارشاد کیا زہے راسخ الاعتقادی کہ آخر دم تک اُس کی بندگی میں قاعدے اور ضابطے
کو ترک نہ کیا اور اُسے کمال تک پہنچا کر جان دی۔

پھر فرمایا تکلیف و زحمت اٹھانے کے بعد ہی انسان کو گناہ سے بچنے کا خیال ہوتا
ہے۔ جس سے اس کی خیر ہو جاتی ہے۔ بعد ازاں ارشاد ہوا کہ ایک دن میں بخارا میں
شیخ سیف الدین باخرزی رض کے پاس حاضر تھا۔ کوئی شخص اُن کی خدمت میں آیا
اور سلام کر کے بولا "اے امام! میرے پاس کچھ مال ہے۔ اس میں عرصے سے گھاٹا
ہو رہا ہے۔ اور کبھی کبھی اعضا بھی دُکھتے ہیں" شیخ رض نے فرمایا "زکوٰۃ کے دینے میں
کوئی کمی ہوئی ہوگی۔ اور مرض کا آنا تو دلیل ایمان ہے" پھر اسی گفتگو میں ارشاد کیا
کہ اصحاب تابعین نے اپنی کتابوں میں لکھا ہے کہ قیامت کے روز فقراء کو ایسے درجے
ملینگے کہ خلق ہاتھ ملیگی کہ کاش ہم دُنیا میں فقیر کیوں نہ ہوئے۔ اور مریضوں کو وہ اجر
ملیگا کہ لوگوں کو حسرت ہوگی کہ ہم بھی زندگی بھر رنجور رہے ہوتے اور ان مرتبوں کو پہنچتے
اس کے بعد فرمایا کہ آدمی کو چاہیئے کہ ہر درد و رنج کے وقت اُس کی علت پر غور کرے

کیونکہ اپنے نفس کا علاج اپنے ہی سے خوب ہوتا ہے۔ یہ کہہ کر شیخ الاسلام چشم پُر آب ہو گئے۔ اور یہ مثنوی زبان مبارک پر آئی ؎

اے لبا در دکاں ترا دوست　　اے لبا شیر کاں ترا آدم دوست

درویشوں سے عقیدت اور حسنِ ظن

بعد ازاں اسی مسئلے پر بحث شروع ہوئی کہ درویشوں سے ہمیشہ عقیدت اور حسنِ ظن رکھنا چاہیئے تاکہ اُن کی برکت سے اللہ تم کو اپنے سائے میں لے لے فرمایا شیر خاں والئ اوچہ و ملتان مجھ سے مخالف رہتا تھا۔ میں نے بارہا یہ بیت اُس کے حق میں دوہرائی ؎

افسوس کہ از حال منت نیست خبر　　آنگہ کہ خبرت شود افسوس خوری

آخر ایک ہی سال میں کفار نے اُس پر چڑھائی کی اور اُسے برباد کر دیا۔

پھر اسی محفل میں ارشاد کیا کہ ایک دن میں سیوستان میں شیخ اوحد کرمانی ؓ کی خدمت میں پہنچا (رحمۃ اللہ علیہ) شیخ نے مجھے گلے سے لگایا اور فرمایا کہ زہے سعادت کہ میرے پاس آئے۔ غرض کہ میں جماعت خانے میں بیٹھا تھا کہ دس درویش صاحب نعمت تشریف لائے اور آپس میں کرامت و بزرگی پر گفتگو کرنے لگے یہاں تک کہ ان میں سے ایک نے کہا کہ اگر کوئی شخص صاحبِ کرامت ہے تو اُسے چاہیئے کہ اس کو ظاہر کرے۔ سب نے کہا اول تم ہی کچھ دکھاؤ۔ شیخ اوحد کرمانی نے بھی اُن کی طرف رُخ کیا اور بولے کہ اس شہر کا حاکم ان دنوں مجھ سے بگڑا ہوا ہے۔ اور مجھے روز کچھ نہ کچھ تکلیف دیتا رہتا ہے لیکن آج وہ میدان سے سلامت نہیں آ سکتا۔ ان الفاظ کا شیخ کی زبان سے نکلنا تھا کہ ایک شخص باہر سے آیا اور خبر سنانے لگا کہ بادشاہ شیر وتنڈ رکو گیا تھا اور اس وقت

گھوڑے سے گر کر اُس کی گردن ٹوٹ گئی اور مرگیا۔ اسپر درویشوں نے دُعاگو کی طرف دیکھا اور بولے تم کہو۔ میں نے مراقبہ کیا اور تھوڑی دیر بعد سر اُٹھاکر کہا "آنکھیں سامنے کرو" سب نے تعمیل کی۔ کیا دیکھتے ہیں کہ میں اور وہ سب خانۂ کعبہ میں کھڑے ہیں۔ آخر واپسی ہوئی اور سب نے اقرار کیا کہ بیشک یہ درویش ہے۔ اس کے بعد میں نے اور شیخ اوحد کرمانیؒ نے اُن درویشوں سے سوال کیا کہ ہم اپنا کام کر چکے۔ اب تمہاری باری ہے۔ یہ سُن کر سب نے اپنے اپنے سر خرقوں میں کر لئے اور اندر ہی اندر غائب ہو گئے۔ اس کے بعد شیخ الاسلام نے راقم دعاگو کو مخاطب کیا کہ اے مولانا نظام الدین! جو خدا کے کام میں لگا ہوا ہے خدا اُس کے کام بنا تا رہتا ہے یعنی جو خدمت حق تعالیٰ میں کمی نہیں کرتا اور جس کے تمام افعال رضائے دوست کے موافق ہوتے ہیں اور جو اپنے نفس کے لئے ہر وقت غازی بنا رہتا ہے، خدا بھی اُس کی مرضی کے خلاف کچھ نہیں کرتا اس کے بعد فرمایا کہ ایک دفعہ میں بدخشاں گیا۔ وہاں بہت سے بزرگ اولیاء اللہ تھے۔ چنانچہ عبدالواحد نواسہ شیخ ذوالنون مصری رضی اللہ عنہ جنہوں نے شہر کے باہر ایک غار میں اپنا مسکن بنا رکھا تھا۔ جب مجھے اُن کی کیفیت معلوم ہوئی تو اُن کے پاس گیا۔ دیکھتا کیا ہوں کہ نہایت ضعیف و نزار ہیں۔ اور ایک پاؤں تو غار کے اندر اور ایک غار کے باہر کئے عالم تحیر میں کھڑے ہیں۔ میں نے نزدیک پہنچکر سلام کیا۔ فرمایا کیسے آئے؟ اس کے بعد تین شبانہ روز منتظر رہا۔ کوئی کلمہ زبان سے نہ سنا۔ تیسرے دن عالم صحو میں آئے اور بولے اے فرید میرے قریب مت آئیو ورنہ سوختہ ہو جائیگا۔ اور نہ مجھ سے دور ہو کیونکہ پھر مہجور ہو جائیگا۔ یہاں میرا آنا جانا ہے۔ آج ستّر سال ہو گئے کہ اس غار میں استادہ ہوں۔ ایک دن ایک عورت یہاں سے گزری۔ میرا دل

اُس کی طرف مائل ہوا، چاہا کہ باہر نکلوں - اتنے میں ہاتف غیب نے آواز دی کہ "اے مدعی عہد! تو تو کہتا تھا کہ میں نے غیر اللہ کو چھوڑ دیا" بس اتنا سُننا تھا کہ میرا باہر آیا ہوا پیر باہر رہ گیا اور اندر کا اندر - اس حال کو تیس سال گزر گئے عالم تحیّر میں ہوں اور ڈر ہے کہ قیامت کے دن اس مُنہ کو کیونکر سامنے کر سکوں گا بڑی شرمندگی ہے" اس کے بعد ملک المشائخ رض نے فرمایا کہ رات وہیں پوری کی دیکھا کہ بوقت افطار کچھ دودھ اور کچھ خرمے ایک طباق میں لگے ہوئے اُن بزرگ کے سامنے آئے خرمے شمار میں دس تھے - ارشاد کیا کہ میرے واسطے ہر روز صرف پانچ خرمے آیا کرتے تھے - آج یہ دس تمہاری وجہ سے بھیجے گئے ہیں - آؤ دودھ لو - اور روزہ افطار کرو - میں نے اپنے سر کو زمین پر رکھا اور اُس کھانے کو کھا لیا - بعد ازاں وہ شیخ اپنے عالم میں مشغول ہو گئے - اتنے میں بدخشاں کا خلیفہ آیا اور سجدہ تعظیمی کر کے کھڑا ہو گیا - سوال کیا "کیا حاجت لائے ہو؟" بولا کہ والی سیوستان نے میرا مال غصب کر لیا ہے - اجازت دیجئے کہ اس کا مقابلہ کروں" حضرت رض مسکرائے اور سامنے پڑی ہوئی ایک لکڑی کو سیوستان کی طرف کر کے گویا ہوئے کہ میں مارے دیتا ہوں - خلیفہ یہ سنکر چل دیا - کچھ زمانہ گذرا تھا کہ لوگ اُس کا مال لیکر آئے اور قصہ سُنانے لگے کہ والی سیوستان دربار عام میں بیٹھا احکام جاری کر رہا تھا کہ ایک لکڑی دیوار میں نمودار ہوئی اور ایسے زور سے اُس کی گردن پر پڑی کہ گردن جُدا ہو گئی - اس کے بعد آواز آئی کہ یہ شیخ عبد الواحد بدخشانی کا ہاتھ تھا جس نے اس کو ہلاک کیا -

بعد ازاں شیخ الاسلام رض نے فرمایا کہ میں چند روز اور ان کی ملازمت میں رہا - آخر اجازت عنایت ہوئی -

اس کے بعد شیخ الاسلام نماز میں مشغول ہو گئے

۱۳ شعبان ۶۵۵ ہجری

کرامات اولیاء } دولت قدمبوسی میسر آئی۔ شیخ ابو الغیث یمنیؒ اور
شیخ سعد الدین حمویہ کی بزرگی کا ذکر ہو رہا تھا۔ فرمایا شیخ ابو الغیث یمنی الحسینی
رضی اللہ عنہ بڑے صاحب باطن شخص تھے۔ انہوں نے شیخ یوسف الحسینی رحمۃ اللہ علیہ۔
شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ شیخ فرید الدین عطارؒ۔ اور شیخ عثمان ہارونی
قدس اللہ اسرارہم جیسے مشائخ کو دیکھا تھا۔ ایک دفعہ یمن پر ملاّ مغل چڑھ آیا
خواجہ ابو الغیث صومعے میں تشریف فرما تھے۔ خلیفہ شہر نے حال عرض کیا۔
آپ نے اپنی قینچی نکالی اور کہا آج رات کو اسے اِن کافروں کے لشکر کے پاس جلا دو۔
خلیفہ نے تعمیل ارشاد کی۔ لکڑی کا جلانا تھا کہ ان حملہ آوروں میں آپس میں لڑائی
چل گئی۔ ایک دوسرے کو ہلاک کرنے لگا۔ آخر معلوم ہوا کہ کوئی سبز پوشوں کی جماعت
آئی تھی جس نے ان میں یہ کھلبلی مچا دی۔ جب صبح ہوئی تو مغلوں میں کا ایک شخص زندہ
نہ تھا۔ اس کے بعد اسی محل میں ارشاد کیا کہ شیخ قطب الدین بختیار کاکی رضی سے نقل ہے
کہ ایک دفعہ وہ اور شیخ جلال تبریزیؒ۔ اور شیخ بہاء الدین ذکریاؒ ملتان میں مقیم تھے
کہ وہاں کا حاکم قباچہ نامی اُن کے پاس آیا۔ اور کہنے لگا کہ مغل شہر کے قریب آ گئے ہیں
فرمائیے کیا کروں؟ شیخ قطب الدین کے پاس ایک تیر تھا۔ وہ آپ نے اُسے دیکر
کہا کہ جاؤ اور اسے اُن کے لشکر کی طرف پھینکو۔ اُس نے ایسا ہی کیا۔ تمام مغل
بھاگ گئے۔ پھر ارشاد کیا۔ یمن میں ایک دفعہ مینہ نہ برسا۔ کھیتیاں خشک ہو گئیں
اور مخلوق قحط کے مارے مرنے لگی۔ خلیفہ تمام اہل یمن کے ساتھ شیخ ابو الغیث کی
خدمت میں حاضر ہوا۔ اور عرض کی کہ حضور دعائے باراں کیجئے۔ فرمایا کل میری نماز گاہ
میں آؤ۔ چنانچہ ایسا کیا گیا۔ شیخ ابو الغیث تشریف لائے اور منبر پر بیٹھ کر خدا کی

حمد و ثنا کرنے لگے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم پر درود پڑھ کر آپ نے آسمان کی طرف نظر کی اور بولے "اے میرے اللہ! اگر میری اطاعت تیری جناب میں مقبول ہے تو بارانِ رحمت کر"۔ ان کلمات کا زبان سے نکلنا تھا کہ فوراً بارش آگئی اور ایسی برسی کہ پانچ چھ روز تک نہ تھمی۔ لوگ قسمیں کھاتے تھے کہ ایسا پانی ہم نے مدت العمر نہیں دیکھا۔ اس کے بعد ان کے انتقال کا حال بیان فرمایا کہ شیخ نماز فجر پڑھ کر حسب معمول مصلے پر بیٹھے ہوئے تھے اور ایک شخص خدمت میں حاضر تھا۔ اشراق ادا کر کے مرد حاضر کو حکم دیا کہ غسال کو بلا لاؤ۔ اور جامہ و خوشبو مہیا رکھو۔ غسال کو طلب کر لیا گیا۔ اور سب چیزیں بھی آگئیں۔ بعد ازاں کہا کہ مجھے تنہا چھوڑ دو کہ شہ وارانِ خدا آئیں۔ پھر سورہ یٰسین پڑھنی شروع کی۔ جب اس مقام پر پہنچے فَسُبْحٰنَ الَّذِیْ بِیَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَیْءٍ وَّ اِلَیْهِ تُرْجَعُوْنَ تو جان دوست کے حوالے کر دی۔ گوشۂ دیوار سے آواز آئی۔ کہ "دوست دوست سے پیوست ہو گیا"۔ یہ فرما کر شیخ الاسلام ہائے ہائے کر کے رونے لگے اور نعرہ مار کر بیہوش ہو گئے۔ جب پھر ہوشیار ہوئے تو یہ مثنوی زبان مبارک پر آئی ہے

دو گوئے تو عاشقاں چناں جاں بدہند　　کانجا ملک الموت نہ گنجد ہرگز

اس کے بعد انہی غلبات شوق کی حالت میں ارشاد کیا کہ جب حضرت موسیٰ صلوات اللہ وسلامہ علیہ کی عمر پوری ہونے کو تھی تو آپ ایک دن گھر سے باہر نکلے پھر رہے تھے کہ ملک الموت سے ملاقات ہوئی۔ اس نے آپ کو سلام کیا۔ آپ نے جواب دیکر پوچھا کہ تو کون ہے؟ کہا ملک الموت۔ آپ اس وقت ذوق و شوق میں تھے ہاتھ بڑھا کر الانبساط طمانچہ دے مارا

ملک الموت اور حضرت موسیٰ کا قصہ ظاہری آنکھ سے دیکھنے اور ظاہری عقل میں آنے کے قابل نہیں ہے۔ یہ عالم مثال کی باتیں ہیں۔ جو فضیلت آدمی کو سب مخلوقات پر دی گئی ہے اس کا تقاضا ہے کہ اللہ تعالیٰ فرشتوں پر جناب انسان کا اور اپنی ذات پاک کا تعلق و تقرب ظاہر کرے۔ اسی پر اس سارے قصے کو محمول کرنا اور شانِ انسانیت کو دیکھنا چاہیے ۱۲ مترجم

کہ ملک الموت نے راہِ فرار اختیار کی اور بولے بابا نہیں آؤں گا۔ اپنی جگہ
پہنچکر حضرت عزرائیل سجدے میں گر پڑے اور کہنے لگے۔ الٰہی! تو نے مجھے کس کے
پاس بھیجا تھا۔ اگر میں وہاں سے بھاگتا نہیں تو خود میری جان خطرے میں تھی۔ جواب ملا
اے ملک الموت! میرے اور میرے محبّوں کے درمیان غیر دخل نہیں پا سکتا۔ میں
جانوں اور میرا دوست جانے۔ مہتر موسٰی علیہ السلام کی سنئے کہ اس کے دوسرے
دن نماز پڑھ کر بیت المقدس کی طرف رُخ کئے بیٹھے تھے۔ مہتر جبرئیل آئے اور
اُنہوں نے سلام کر کے حضرت موسٰیؑ کو ایک بہشتی سیب دیا۔ اس کے سونگھنے سے
بوئے دوست دماغ میں پہنچی۔ چیخ ماری اور جان دیدی۔ شیخ الاسلام اس واقعے
کو ختم کر کے آب دیدہ ہو گئے اور اُن کے رونے نے حاضرین پر ایسا اثر کیا کہ سب
بے تابانہ آہ و بکا کرنے لگے۔ شیخ الاسلام کی حالت اور بڑھی۔ بار بار یہ شعر
زبان مبارک پر آتا تھا

در کوئے تو عاشقاں چناں جاں بدہند　　کانجا ملک الموت نہ گنجد ہرگز

اسی گفتگو میں فرمایا کہ کوئی بڑے بزرگ اپنے احباب کے ساتھ روضۂ مہتر موسٰیؑ کی
زیارت کو گئے تھے۔ اُس میں سے آواز سنائی دی رَبِّ اَرِنِیْٓ اَنْظُرْ اِلَیْکَ۔
کہا کہ یہ عشق ہے کہ زندگی اور موت دونوں صورتوں میں قائم رہتا ہے۔ پھر
ارشاد ہوا کہ قیامت کے دن بھی حضرت موسٰیؑ کنگرۂ عرش پکڑ کر یہی فریاد کریں گے۔
رَبِّ اَرِنِیْٓ اَنْظُرْ اِلَیْکَ اور اُس وقت اگر فرشتوں نے تھاما نہیں، نہ تھاما تو زیادتی
اشتیاق کے سبب قیامت پر قیامت آجائے گی۔ اس کے بعد شیخ الاسلامؒ نے
میری طرف رُخ کیا اور فرمایا طالب کو چاہئے کہ مطلوب کے عشق و محبت میں ہر دم
مستغرق رہے اور اُس کی یاد کبھی دل سے محو نہ ہونے دے۔ پل پل میں اسے ترقی دے
اسی اثنا میں کئی دفعہ جھوم جھوم کر مثنوی مذکورہ کو دہرایا ہے

در کوئے تو عاشقاں چناں جاں بدہند کانجا ملک الموت نہ گنجد ہرگز

بعد ازاں ارشاد ہوا کہ ایک جوان کا وقت آخر آیا۔ یہ واصلانِ حق میں سے تھے۔ جب ملک الموت اُن کی روح قبض کرنے کے لئے روانہ ہوئے تو مشرق، مغرب، جنوب، شمال سب چھان ڈالا۔ کہیں پتہ نہ پایا۔ واپس آئے اور سجدۂ خداوندی بجالاکر عرض گزار ہوئے کہ الٰہ العالمین! وہ جوان تو مجھے ملتا ہی نہیں۔ فرمان ہوا جاؤ فلاں فلاں خرابے میں دیکھو۔ وہاں بھی موجود نہ تھے دوبارہ حاضر ہوکر اطلاع دی۔ ندا آئی ملک الموت! میرے پیاروں کی جان تم نہیں نکال سکتے۔ وہ تو میرے نام، میری یاد، میری تمنا پر مرجاتے ہیں اور تمہیں اس کی خبر بھی نہیں ہوتی۔ شیخ الاسلام رضی اللہ عنہ چشم پُرآب ہو کر پھر اسی مثنوی کو دوہرانے لگے ؂

در کوئے تو عاشقاں چناں جاں بدہند کانجا ملک الموت نہ گنجد ہرگز

پھر ارشاد ہوا کہ میرے بھائی شیخ بہاالدین ذکریا ملتانی کا جب انتقال ہونے کو تھا تو اُن کے صاحبزادے شیخ صدرالدین دروازے کے باہر ایستادہ تھے کسی شخص نے آن کر ان کے ہاتھ میں ایک خط دیا اور کہا اسے کھولنا مت حکم صرف یہ ہے کہ تمہاری معرفت تمہارے باپ تک پہنچا دیا جائے۔ شیخ صدرالدین نے عنوان پر نام دیکھا اور رو رو کر فرمانے لگے میں نے پہچان لیا۔ تم ملک الموت ہو۔ جواب دیا ہاں۔ فرمایا پھر خود کیوں نہیں جاتے؟ کہا یہ کام تم سے ہی لیا جائیگا۔ میرا اتنا فرض تھا کہ خط تمہارے حوالے کردوں۔ صدرالدین اندر گئے۔ شیخ بہاالدین مشغول تھے جب فارغ ہوئے تو شیخ صدرالدین نے خط پیش کیا۔ شیخ نے اُسے کھولا اور اُس کے مطالعے سے مشرف ہوکر سجدہ کیا اور جان دیدی غیب سے آواز آئی "دوست بہ دوست پیوست" یہ کہہ کر شیخ الاسلام نے

نعرہ مارا اور بیہوش ہو گئے اور کہا کہ ایک دن ہمیں بھی ایسا کرنا پڑے گا۔ اور
ہم بھی اپنے دوست کے پاس جائینگے۔ اور پھر یہ بیت پڑھی ؎
در کوئے تو عاشقاں چناں جاں بدہند کانجا ملک الموت نہ گنجد ہرگز
اس محل پر شیخ سعد الدین حمویہ کی حکایت سنائی۔ فرمایا یہ صاحب بیحد بزرگ
تھے کسی مسجد میں گئے اور وہاں چند دن مقیم رہے۔ اس شہر کے مسلمان اکثر
امراض میں مبتلا تھے۔ آپ نے فرمایا سب کو میرے پاس لاؤ۔ ہاتھ پھیر دیتے
اور خدا تعالیٰ اُس کی برکت سے بیمار کو اچھا کر دیتا۔ اسی طرح کئی ہزار آدمی
صحت یاب ہو گئے۔ وہاں سے وہ غزنین گئے۔ غزنین میں بھی بہتیروں کو ان کے
طفیل دوبارہ زندگی ملی۔ پھر شیخ سعد الدین رض ارچہ پہنچے۔ جب ان کا وقت آخر
قریب آیا تو خاص انتقال کے دن اُن کے تمام دوست احباب اُس جگہ جہاں یہ
ٹھہرے ہوئے تھے آن کر جمع ہوتے۔ آپ نے روبقبلہ ہو کر سورۃ البقرہ شروع کی۔
اشراق تک قرآن شریف ختم ہو گیا۔ ختم کر کے سجدہ کیا اور جان دیدی۔ شیخ الاسلام
پھر چشم پُر آب ہو گئے اور وہی بیت زبان پر آنے لگی ؎
در کوئے تو عاشقاں چناں جاں بدہند کانجا ملک الموت نہ گنجد ہرگز
پھر فرمایا کہ شیخ سیف الدین باخرزی رضی اللہ عنہ کا قاعدہ تھا کہ جس جگہ نماز عشاء
پڑھتے اُسی جگہ سو بھی جاتے۔ جب ایک ثلث شب گزر جاتا تو اُٹھ بیٹھتے۔ امام و
مؤذن حاضر رہتے تھے۔ صبح تک خوب اللہ اللہ کرتے۔ اسی طرح عمر بسر ہو گئی۔
بعد ازاں ارشاد ہوا۔ ایک شخص نے بخارا میں خواب دیکھا کہ کوئی روشن شمع دروازہ
بخارا سے باہر جاتی ہے۔ بیدار ہو کر کسی بزرگ سے تعبیر لینے گیا۔ بزرگ نے کہا
کوئی صاحب نعمت فوت ہونے والا ہے۔
پھر ارشاد کیا شیخ سیف الدین باخرزی رض نے بھی ایک دفعہ اپنے پیر کو خواب میں دیکھا

کہ بڑا اشتیاق ظاہر کرتے ہیں۔ اس کے بعد قریباً ہفتہ بھر تک فراق و وداع کا ذکر بار بار شیخ سیف الدین رضؓ کی زبان پر آتا رہا۔ خلق حیران تھی کہ یہ کیا ماجرا ہے آخر خود فرمایا کہ اے مسلمانوں میرے مرشد نے مجھے طلب کیا ہے اور میں جاتا ہوں یہ کہہ کر مکان میں چلے گئے۔ اُس رات کو کہ جس میں رحلت ہونے والی تھی سب احباب جمع ہوئے اور مشعل جلائی گئی۔ شیخ سیف الدین نے بجز یاد میں کچھ حصہ شب گزارا کہ ایک بزرگ کمبل پوش سیب ہاتھ میں لئے تشریف لائے اور با ادب سے اُسے شیخ کے سامنے پیش کیا۔ اس کا سونگھنا تھا کہ جاں بحق تسلیم ہو گئے۔ شیخ الاسلام پھر چشم پُرآب ہوئے اور یہی شعر پڑھنے لگے ؎

در کوئے تو عاشقاں چناں جاں بدہند کانجا ملک الموت نہ گنجد ہرگز

یہاں تک کہ شیخ بدرالدین رضؓ اور مولانا اسحٰق رضؓ کو حکم ہوا کہ تم اس مثنوی کو کہو۔ انہوں نے تعمیل کی۔ تین دن رات کیفیت طاری رہی۔ بعد ازاں عالم صحو میں آ گئے اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِکَ۔

۲۵ شعبان ۶۵۵ ہجری

سلوک راہ طریقت دولت پائے بوسی نصیب ہوئی۔ چند درویش شیخ بہاء الدین زکریا رضی اللہ عنہ کے پاس سے آئے ہوئے تھے اور سلوک پر بحث ہو رہی تھی۔ شیخ الاسلام رضؓ نے فرمایا۔ راہ طریقت محض تسلیم و رضا کا نام ہے اگر کوئی گردن پر تلوار رکھ دے تو بھی تارِ رضا منقطع نہ ہو اور دم نہ مارے۔

پھر ارشاد ہوا کہ جس کی یہ کیفیت ہو اسے درویش جانو۔ اسی اثنا میں ایک ضعیف شخص حاضر خدمت ہوا۔ چشم گریاں۔ دل بریاں۔ سجدہ تعظیمی بجا لایا۔ شیخ نے فرمایا۔ قریب آؤ۔ جب اس نے تعمیل ارشاد کی تو پوچھا کیا حال ہے؟ ضعیف نے کہا

اے میرے آقا بیس سال ہو گئے کہ بیٹے کی جدائی کی تکلیف سہہ رہا ہوں یہ معلوم مر گیا۔ نہ معلوم جیتا ہے۔ شیخ الاسلام نے مراقبہ کیا۔ اور تھوڑی دیر بعد سر اٹھا کر ارشاد کیا۔ جا تیرا بیٹا آ گیا۔ ضعیف خوش خوش چل دیا۔ گھر پہنچے کچھ عرصہ نہ گزرا تھا کہ کسی نے دروازے پر دستک دی۔ ضعیف نے آواز دی کون ہے؟ جواب ملا فلاں ابن فلاں۔ ضعیف باہر نکل آیا اور بیٹے کو گلے سے لگا کر اندر لے گیا۔ اور دریافت کیا اتنے زمانے سے کہاں تھا؟ کہا یہاں سے ڈیڑھ ہزار کوس کے فاصلے پر۔ پوچھا پھر آج یہاں کیسے آ گیا؟ بولا میں دریا کے کنارے کھڑا تھا۔ یکایک میرے دل میں تمہارا خیال پیدا ہوا اور وہ تکلیف کی حد تک بڑھ گیا رو رہا تھا۔ ناگہاں ایک خرقہ پوش سفید رنگ بزرگ پانی سے نمودار ہوئے اور فرمانے لگے کہ کیوں روتا ہے؟ میں نے حال بیان کیا۔ کہا اگر ہم تجھے ابھی پہنچا دیں تو تو کیا کرے؟ مجھے یہ امر بہت مشکل معلوم ہوا۔ اِن درویش نے کہا لاؤ اپنا ہاتھ مجھے دو اور آنکھیں بند کر لو۔ میں نے ایسا ہی کیا۔ دیکھتا کیا ہوں کہ گھر کے دروازے پر کھڑا ہوں۔ بڑے میاں سمجھ گئے کہ وہ بزرگ حضرت شیخ الاسلامؒ ہی تھے۔ فوراً حاضر خدمت ہو کر قدمبوس ہوتے۔ ان کے چلے جانے کے بعد شیخ الاسلامؒ نے فرمایا کہ اگر کوئی طاعت یا ورد بندے سے فوت ہو جائے تو اُسے اس کی موت تصور کرنا چاہیئے۔ پھر ارشاد ہوا جب میں شیخ یوسف چشتی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں تھا ایک صوفی اُن کے پاس آیا۔ اور سجدۂ تعظیمی بجا لا کر بولا آج شب کو میں نے ایک خواب دیکھا ہے کہ کوئی کہتا ہے تیری موت نزدیک آ گئی شیخ یوسف چشتیؒ نے پوچھا کہ کیا کل تجھ سے کوئی نماز قضا ہو گئی تھی؟ اُس نے سوچ کر جواب دیا "بیشک" تعبیر دی کہ موت سے اشارہ اسی کی طرف تھا۔ صاحب ورد سے کسی ورد کا چھوٹ جانا اُس کی موت ہی کے برابر ہوتا ہے۔

چنانچہ روایت ہے کہ ایک زمانے میں قاضی رضی الدین رح سورۂ یٰسین کا وظیفہ پڑھتے تھے۔ اتفاقاً ایک دن ناغہ ہو گیا شام کو گھوڑے پر سوار جا رہے تھے کہ گھوڑے نے ٹھوکر کھائی۔ اور آپ ایسے زور سے گرے کہ پائے مبارک ٹوٹ گیا۔ غور کیا تو مندرجۂ بالا قصور کھلا کہ اس روز سورۂ یٰسین نہ پڑھی تھی۔ بعد ازاں شیخ الاسلام رح نے ارشاد کیا کہ اہلِ ورد کو مناسب ہے کہ جو کچھ وہ پڑھتا ہو اسے اگر دن کے وقت نہ پڑھ سکے تو رات کو پڑھ لے۔ ہرگز ہرگز ترک نہ کرے۔ کیونکہ اس کا اثر اس سے گذر کر تمام شہر والوں پر پڑتا ہے۔ ایک کے ساتھ بہت سی خلق اللہ کی شامت آجاتی ہے۔ پھر اسی گفتگو کے تحت میں فرمایا کہ ایک زمانے میں ایک سیاح دعاگو کا مہمان تھا۔ اس نے مجھے دمشق کا حال سنانا شروع کیا کہ جب میں وہاں پہنچا تو میں نے اسے تباہ و برباد پایا۔ بیس سے زیادہ خوش گھر نظر نہ آئے تحقیقات کرنے سے معلوم ہوا کہ وہاں کے اکثر مسلمان صاحب ورد تھے ایک دفعہ ان میں سے اکثر نے معمول میں کوتاہی کی۔ پس پورا سال نہ گزرا تھا کہ مغل چڑھ آئے اور سب کو تہس نہس کر گئے۔

اس کے بعد شیخ الاسلام رح نے کہا کہ حضرت شیخ معین الدین سجزی رضی اللہ عنہ کا قاعدہ تھا کہ جب کوئی ان کے ہمسایوں میں انتقال کرتا اس کے جنازے کے ہمراہ جاتے اور لوگوں کے واپس چلے آنے کے بعد تک اس کی قبر پر بیٹھے رہتے اور جو کچھ ایسے موقع کے لئے مقرر کر رکھا تھا پڑھتے۔ ایک مرتبہ اسی طرح ایک موتی کے ساتھ جانا ہوا۔ اس کے متعلقین کے واپس آجانے کے بعد قبر پر بیٹھے تھے۔ شیخ الاسلام خواجہ قطب الدین اوشی رح کا بیان ہے کہ میں بیعت میں تھا میں نے دیکھا کہ بار بار چہرہ مبارک متغیر ہوتا تھا۔ آخر یہ کہتے ہوئے اٹھ کھڑے ہوئے کہ الحمد للہ بیعت خوب چیز ہے۔ شیخ الاسلام رح نے مطلب دریافت کیا

فرمایا کہ جس وقت اس آدمی کو دفن کیا گیا تو فوراً عذاب کے فرشتے آ گئے۔ چاہتے تھے
کہ اپنا کام شروع کریں بیکا یک شیخ عثمان ہارونی رضی اللہ عنہ نمودار ہوئے اور بولے
یہ میرا مرید ہے۔ ان الفاظ کا زبان شیخ سے نکلنا تھا کہ فرشتوں کو حکم ہوا کہ شیخ
سے کہدو کہ اس نے تمہاری مخالفت کی تھی۔ خواجہ نے فرمایا" کوئی مضائقہ نہیں
اگر اس نے مجھے برا بھلا کہا تو اپنے تئیں پلّے سے بھی تو میرے ہی باندھا تھا۔
اس لئے میں نہیں چاہتا کہ اسپر سختی ہو۔" ندا آئی کہ "فرشتو! جانے دو اور شیخ کے
مرید کو چھوڑ دو۔ میں نے اُسے بخشا۔" یہ کیفیت بیان فرما کر حضرت شیخ الاسلام رضؓ چشم پُرآب
ہو گئے اور کہنے لگے "کسی کا ہو جانا بڑی بات ہے۔" اور یہ مثنوی زبان پر آئی ؎

گر نیک شوم مرا از ایشاں گیرند ور بد باشم مرا بدیشاں بخشند

ایک دن شیخ الاسلام پر کیفیت طاری ہوئی۔ حاضرین کی طرف خطاب کر کے
فرمایا اگر اس وقت قوال ہوتے تو ہم کچھ سُنتے۔ قضاراً اُس دن قوال موجود
نہ تھے۔ مولانا بدرالدین اسحق رضؓ اُن مکتوبات اور رقعات کو جو خریطے میں تھے
ملاحظہ کر رہے تھے۔ ایک خط نکل آیا جسے اُنہوں نے حضرت شیخ الاسلام رضؓ کی
خدمت میں پیش کیا۔ فرمایا تم خود پڑھو۔ مولانا ایستادہ ہو گئے اور پڑھنے لگے
"فقیر حقیر ضعیف نحیف محمد عطا کہ بندۂ درویشاں است واز سر و دیدہ خاکِ قدمِ
ایشاں۔" اس قدر سننا تھا کہ شیخ الاسلام رضؓ کو وجد ہو گیا اور یہ رباعی پڑھنے لگے۔

آں عقل کجا کہ از کمالِ تو رسد واں دیدہ کجا کہ در جمالِ تو رسد
گیرم کہ تو پردہ برگرفتی ز جمال آں روح کجا کہ در جلالِ تو رسد

شیخ الاسلام رضؓ پر اسی حالت میں ایک رات دن گزر گیا۔ اس کے بعد شیخ الاسلام رضؓ
حضرت خواجہ قطب الاقطاب رضؓ کی حکایت کہنی شروع کی۔ فرمایا شیخ قطب الدین رضؓ اور
شیخ جلال الدین تبریزی رضؓ ملاقی ہوئے۔ اور آپس میں اپنی اپنی سیاحت کا حال

بیان کرنے لگے۔ دعاگو ان کی خدمت میں حاضر تھا۔ شیخ جلال الدین تبریزی رض
نے کہا کہ جب میں قرش کی جانب جا رہا تھا تو رستے میں بہت بزرگوں سے
نیاز حاصل ہوا۔ اُن میں ایک بزرگ کو دیکھا جو غار میں رہتے تھے۔ میں نے اُن کے
پاس جا کر قدمبوسی کی۔ جب میں پہنچا ہوں تو وہ نماز میں مصروف تھے۔ مجھے تھوڑی
دیر انتظار کرنا پڑا۔ جب نماز پڑھ چکے تو میں نے سلام کیا۔ جواب دیا
علیکم السلام یا شیخ جلال الدین! میں متحیر ہوا اور حیران رہ گیا کہ یہ میرا نام
کیونکر جان گئے۔ رازِ دل کو سمجھ کر بولے نَبَّأَنِیَ الْعَلِیْمُ الْخَبِیْرُ جس نے تجھے
مجھ تک پہنچا دیا۔ اُسی نے تیرا نام بھی مجھے بتا دیا۔ میں نے زمین چومی۔ حکم کیا
بیٹھ جاؤ۔ میں بیٹھ گیا۔ وہ بزرگ کہنے لگے کہ ایک مرتبہ میں عفاہان میں تھا۔
میں نے ایک درویش کو دیکھا نہایت با عظمت کوئی سچین رسالہ خواجہ حسن بصری
رضی اللہ عنہ کے نواسوں میں مسلمان یا نا مسلمان جس کسی کو کچھ ضرورت پڑتی
اُن کا خیال کرتا امداد طلبی کے لئے پاس تک نہ پہنچا کہ کام ہو جاتا۔ پھر کہا مجھے
بہت بزرگوں نے پند و نصائح کی ہیں لیکن آخری شخص جس کا قول میرے دل سے
محو نہیں ہوتا خواجہ شمس الدین العارفین تھے۔ اُنہوں نے فرمایا "درویش اگر چاہتا
ہے کہ خدا تک پہنچے اور اُس کا قرب حاصل کرے تو اُسے لازم ہے کہ دنیا سے
بیزار ہو جائے اور اہلِ دنیا سے دور رہے۔ کیونکہ درویش کے لئے سب سے زیادہ
مضر شے دنیا و اہلِ دنیا کی محبت ہے۔ غرضکہ اے جلال الدین! خدا والوں نے
جب سب کو چھوڑ دیا ہے اُس وقت خدا کو پایا ہے۔ اس کے بعد فرمایا کہ میں ایک
روز و شب اُن کی خدمت میں رہا۔ افطار کے وقت میں نے دیکھا کہ دو جو کی
روٹیاں عالمِ غیب سے پیدا ہوئیں۔ اِن بزرگ نے ایک میرے آگے کر دی اور
کہا کہ افطار کر لو۔ اور پھر فلاں گوشے میں بیٹھ کر مشغول عبادت ہو جاؤ۔ جب

ایک ثلث رات گذر گئی تو کیا دیکھتا ہوں کہ ایک بزرگ سبز کمبل کا لباس پہنے ہوئے اور سات شیروں کو اردگرد لئے ہوئے آئے اور وہاں شاہ صاحب کے سامنے بیٹھ گئے۔ مجھے لرزہ چڑھا کہ الٰہی یہ کون حضرت ہیں جو شیروں سے محبت کرتے ہیں۔ وہ قرآن شریف پڑھنے لگے۔ جب ایک ختم کرچکے تو اٹھ کھڑے ہوئے اور نیا وضو کیا اور پھر اول سرے سے تلاوت کرنے لگے۔ یہاں تک کہ صبح ہوگئی۔ میں بھی ان کے پاس جا پہنچا۔ اور نماز میں شریک ہوا۔ بعد نماز میرے میزبان بزرگ نے مجھے بتایا کہ یہ شیروں والے درویش حضرت خضر علیہ السلام ہیں کیا تم ان سے ملنا چاہتے تھے؟ میں نے یہ سنتے ہی ان سے دوبارہ مصافحہ کیا۔ بڑی شفقت سے پیش آئے اور بالآخر مع شیروں کے واپس چلے گئے۔ میں نے رخصت چاہی۔ ان بزرگوار نے کہا کہ اے جلال! جاتے ہو تو جاؤ۔ لیکن دیکھو بندگان خدا کی خدمت گزاری سے کبھی نہ چوکنا۔ اپنے تئیں ان کا غلام بنائے رکھنا اچھا اب تم ایک ایسی جگہ پہنچو گے جہاں دریا بہتا ہوگا۔ وہاں اگر تمہیں دو شیر ملیں اور کسی نقصان کے درپے ہوں تو میرا نام لے دینا۔ پھر کچھ نہ کہیں گے۔ شیخ جلال الدین فرماتے تھے کہ اس کے بعد میں زمین نیاز چوم کر روانہ ہوگیا جب میں اس مقام پر پہنچا تو دونوں شیر موجود پائے۔ مجھے دیکھتے ہی وہ دونوں غرائے اور میری طرف لپکے۔ مگر میں چلایا کہ میں فلاں فلاں بزرگ کے ہاں سے آرہا ہوں۔ بس اتنا کہنا تھا کہ شیر لومڑی بن گئے اور سر کو میرے قدموں پر رکھ کر ملنے لگے اور خاموش چلے گئے اور میں بسلامتی وہاں سے نکل آیا۔ یہاں تک بیان کرکے شیخ الاسلام نے فرمایا کہ جب شیخ جلال الدین رح اپنے سفر کا حال کہہ چکے تو شیخ قطب الدین رض کی باری آئی۔ ارشاد ہوا کہ ابتدا ابتدا میں میں ایک شہر میں پہنچا۔ اس میں ایک درویش رہتے تھے۔ ان کے مسکن کے قریب ایک مسجد تھی

جو بہت خستہ ہو رہی تھی اور اُس میں ایک منارہ تھا جو ہفت منارہ کہلاتا تھا۔ مگر تھا وہ ایک ہی اُس پر چڑھ کر جو دُعا کی جاتی تھی۔ اس کی بابت لوگوں کا خیال تھا کہ ایک دعا کا اثر سات دعاؤں کی برابر ہوتا ہے اور اگر فلاں فلاں دعا وہاں بیٹھ کر پڑھی جائے تو خواجہ خضر سے ملاقات ہو جاتی ہے۔ القصہ میں اس مسجد میں پہنچا اور دوگانہ ادا کر کے اس منارے پر چڑھ گیا اور اُس دعا کو پڑھ کر نیچے آیا۔ تھوڑی دیر انتظار کرتا رہا کہ اب خواجہ خضر علیہ السّلام آتے ہوں گے۔ مگر خواجہ خضر آئے نہ کوئی اور۔ آخر نا امید ہو کر دروازے سے باہر قدم رکھتے ہی کو تھا کہ ایک صاحب نظر آئے۔ جنہوں نے چھوٹتے ہی مجھ سے سوال کیا کہ اندر کیا کر رہے تھے؟ میں نے جواب دیا خواجہ خضر کا انتظار کر رہا تھا۔ دوگانہ نماز کا پڑھا، دعا کا ورد بھی کیا۔ مگر وہ دولت میسّر نہ آئی۔ اب گھر جاتا ہوں۔ مستفسر نے کہا کہ خواجہ خضر سے تمہیں کیا کام ہے۔ وہ بھی تمہاری طرح سرگرداں پھرتے ہیں۔ تم ان کو دیکھ کر کیا کرو گے؟ دنیا مانگو گے؟ میں نے جواب دیا۔ نہیں۔ کہا اچھا تو دیکھو اس شہر میں ایک بزرگ ہیں جن کے دروازے پر خضر روز آتے ہیں۔ لیکن اندر گھسنے نہیں پاتے۔ میری اور ان مستفسر کی اتنی ہی باتیں ہوئی تھیں کہ یکایک ایک سبز پوش شخص نظر آئے۔ مستفسر نے آگے بڑھ کر ان کے پیر چومے۔ اُنہوں نے میری بابت دریافت کیا کہ یہ دنیا چاہتا ہے یا کوئی اور چیز؟ مستفسر نے کہا صرف آپ کی ملاقات۔ اس کے سوا کچھ نہیں۔ گفتگو ہو رہی تھی کہ ایک دفعہ ہی اذان کی آواز آئی۔ چاروں طرف سے خود بخود درویش نمودار ہونے شروع ہو گئے۔ ایک نے تکبیر کہی۔ ایک آگے کھڑا ہو کر امامت کرنے لگا۔ تراویح کا زمانہ تھا بارہ سیپارے پڑھے۔ میرے دل میں خیال گذرا کہ کاش اور زیادہ پڑھے جاتے۔ مگر خیر نماز ختم ہوئی۔ اور ہر شخص جدھر سے آیا تھا اُدھر چل دیا۔ میں بھی اپنی جگہ آ گیا۔

دوسری شب وضو کر کے پھر پہنچا لیکن صبح تک بیٹھا رہا کوئی نظر نہ آیا۔ شیخ الاسلام اس قدر فوائد بیان کر کے نماز کے لئے کھڑے ہو گئے۔ حاضرین نے بھی اپنی اپنی راہ لی۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِکَ۔

۵۔ رمضانُ المبارک ۶۵۵ھ

فضائلِ رمضان } دولتِ قدمبوسی میسّر آئی۔ عزیزانِ اہل صفا حاضر تھے۔ ماہِ صیام پر بحث چھڑ گئی۔ ارشاد ہوا یہ بڑا بزرگ مہینہ ہے۔ اس میں ابلیسِ لعین بند کر دیا جاتا ہے تاکہ مسلمان اس کے بہکانے سے محفوظ رہیں۔ اور رحمت کے کل دروازے کھل جاتے ہیں۔ ہر ہر مسلمان کے ہاں ایک ایک فرشتہ طبقِ رحمت لانے کے لئے مقرر ہو جاتا ہے۔ روز و شب زمین و آسمان کے درمیان اِن فرشتوں کی آمد و رفت کا تانتا بندھا رہتا ہے اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جب میرا بندہ روزہ افطار کرے۔ فوراً اس پر ایک طبق رحمت ڈال دو۔ پھر ارشاد ہوا کہ روزہ بندے اور مولیٰ کے درمیان ایک سرّ ہے۔ ہر عبادت کی جزا خدا کی طرف سے مقرر ہو گئی ہے لیکن روزے کے ثواب کا بجز خدا کے کوئی اندازہ نہیں کر سکتا۔ چنانچہ خود فرمایا ہے اَلصَّوْمُ لِیْ وَاَنَا اَجْزِیْ بِہٖ۔ روزہ میرے لئے ہے اور میں ہی جانتا ہوں کہ روزے کا ثواب کیا دونگا۔

اس کے بعد ارشاد ہوا۔ اس مہینے کی تین قسمیں ہیں۔ ایک کا نام دہلہ رحمت دوسری کا دہلہ مغفرت۔ تیسری کا دہلہ آزادی از آتشِ دوزخ۔ پہلے دہلے میں بندے پر آسمان سے رحمت اور برکت نازل ہوتی ہے۔ دوسرے دہلے میں مغفرت اور انعام اور بخشش ہے۔ اس میں کوئی لمحہ ایسا نہیں جاتا جس میں

لاکھوں مسلمانوں کو حق تعالیٰ کی رضامندی نہ ملتی ہو۔ تیسرے دہلے میں وہ تمام
مسلمان جنہوں نے زندگی میں روزے رکھے ہیں دوزخ سے آزاد کر دیے جاتے
ہیں۔ اس کے بعد ارشاد ہوا کہ جو شخص رمضان شریف کی آمد سے خوش ہوتا ہے
اللہ تعالیٰ بھی اُسے پھر کسی وقت غمناک نہیں کرتا۔ اور خیر و برکت اُس پر بڑھاتا ہے
اور جو اس ماہ مبارک کے ختم ہونے سے رنجیدہ ہوتا ہے حق سبحانہ تعالےٰ
اُسے دونوں جہان کی مسرت بخشتا ہے۔ بعد ازاں فرمایا کہ رمضان کے روزے
رکھنے کا ثواب ہزار سال کی عبادت کے برابر لکھا جاتا ہے۔ اور اسی حساب سے
گناہ بھی دُھلتے ہیں۔

شب قدر۔ پھر ارشاد ہوا کہ شب قدر آخر دہلے میں ہوتی ہے۔ انسان
کو چاہیئے کہ اس زمانے میں غافل نہ رہے اور شب مذکورہ سے فائدہ اٹھائے
اس کے بعد فرمایا۔ اہل باطن کے نزدیک ہر شب شب قدر ہے اسے
رفتہ وہی نعمتیں ملتی ہیں جو عوام صرف شب قدر میں پاتے ہیں۔ تاہم مناسب
یہی ہے کہ شب قدر کی خصوصیت سے قدر کی جائے۔

پھر فرمایا کہ خواجگان کا قاعدہ تھا کہ رمضان کی ہر شب کو تراویح میں
ایک قرآن ختم کرتے تھے۔ اور شیخ عثمان ہارونی رضی اللہ تعالےٰ عنہ
تو دو دو قرآن ختم کرتے تھے۔ اس کے بعد ارشاد ہوا کہ ایک دفعہ دعاگو
مغرب کی طرف سفر کر رہا تھا کہ رمضان کا مہینہ آگیا۔ میں نے مسجد امام حدادی
میں قیام کیا۔ ایک بڑے باعظمت بزرگ تھے جن کا نام شیخ عبداللہ محمد عافرزی
تھا۔ وہ اس مسجد میں امامت کرتے تھے۔ اُنہوں نے ایک ایک شب میں تین تین
قرآن اور اس پر اور چار چار سیپارے سُنائے۔ چنانچہ دعاگو نے بھی مہینہ بھر
خوب ثواب سمیٹا۔ چلتے وقت فرمایا "اس طرح محنت و مجاہدہ کیا جاتا ہے

تب کہیں کام بنتا ہے۔ اہل صفہ کا قول ہے کہ یہ راہ بغیر مجاہدے کے طے
نہیں ہو سکتی"۔ پھر ارشاد ہوا کہ خواجہ بایزید بسطامی رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے
ستر سال خدائے عزوجل کی عبادت کی۔ کبھی کبھی دن پانی نہ پیتے تھے۔ اور کبھی
کبھی دن کھانا نہ کھاتے تھے۔ جب اتنی تکلیفیں اٹھائیں تو حضوری ملی۔ اور
جس وقت حضوری ملی اُس وقت ہاتف کی آواز آئی کہ ابھی آلائش دنیا باقی ہے
جب تک اسے دور نہ کرو گے آگے نہ بڑھ سکو گے۔ عرض کیا کہ الٰہ العالمین اب
میرا تو کسی چیز سے بھی تعلق نہیں۔ جواب ملا کہ پوستین اور کوزے کو دیکھو۔ حضرت
بایزیدؒ نے اس سے بھی دست کشی کرلی پھر اور بار پایا۔ شیخ الاسلام اتنا بیان
کرکے رونے لگے۔ اور ارشاد فرمایا "بایزیدؒ ایک پوستین اور کوزے کے ہونے
کے سبب روک دیے گئے۔ لوگ اس قدر دنیا کے جنجالوں میں پھنس کر کیونکر
کسی بات کی امید کریں"۔ اس کے بعد فرمایا کہ یہ رمضان کا مہینہ ہے میں روز
شب کی تراویح میں دو ختم قرآن کیا کروں گا۔ کوئی ہے جو میرا ساتھ دے؟ کل حاضرین
نے سر تسلیم زمین پر رکھ دیا۔ اور کہا کہ زہے سعادت۔ پھر شیخ الاسلام نے ایک
ایک شب میں دو دو قرآن ختم کرنے شروع کیے۔ فی رکعت دس دس پارے پڑھ جاتے
اور تھوڑی رات رہے فارغ ہوتے۔ اس رمضان میں دعاگو بھی برابر حاضر رہا۔

کشف و کرامات

المختصر اس کے بعد کشف و کرامات کا تذکرہ ہونے لگا
فرمایا ایک دفعہ دعاگو اور شیخ جمال الدین ساکن اوچہ رحؒ
ایک جا تھے۔ شیخ جمال الدین صاحب نعمت اور باقوت درویش تھے۔ چنانچہ
ایک دن میں ان کے پاس بیٹھا تھا چند قلندر کمر میں لوہے کی سیخیں لگائے ہوئے
آئے اور سلام کرکے شیخ مذکور کے پاس بیٹھ گئے۔ ان قلندروں میں سے ہر ہر فرد
نہایت اوندھے مزاج کا تھا۔ چنانچہ ان دنوں اتفاقاً جماعت خانہ شیخ میں

دہی موجود نہ تھا۔ قلندروں نے اسی کو طلب کیا۔ شیخ نے میری طرف دیکھا اور میں نے شیخ کی طرف۔ اس خیال سے کہ کوئی تدبیر دہی پیدا کرنے کی جائے۔ ندی قریب بہتی تھی۔ شیخ نے قلندروں سے کہا۔ دہی چاہیئے تو اس ندی میں گھس جاؤ۔ وہاں جتنا چاہنا کھانا۔ قلندروں کو یہ بات بہت دشوار معلوم ہوئی۔ تاہم زور میں آکر کھڑے ہوگئے اور پانی کے پاس پہنچے۔ نظر اٹھا کر جو دیکھتے ہیں تو سب دہی ہی دہی ہے۔ خوب شکم سیر ہوئے۔ شیخ جمال الدینؒ نے درویشوں کی طرف رخ کیا اور فرمایا اب خانقاہ کے اندر چلے جاؤ اور آرام کرو۔

پھر اسی ذکر میں ذکر کیا کہ ایک بزرگ نے یہ حکایت سنائی کہ شیخ جمال الدینؒ کی خدمت میں کوئی آدمی حج کرکے آیا اور سر نیاز زمین پر رکھ کر عرض کرنے لگا کہ میں نے حضور کو حج میں طواف کرتے دیکھا تھا۔ شیخ نے جھنجلا کر کہا "نادان! فقیروں کا حال فاش کرتا ہے۔ چپ رہ۔ مردانِ خدا کملی میں رہتے ہیں۔ یہ بات کیا بڑی ہوئی۔ ہمارے سامنے اِس وقت کعبہ موجود ہے۔ اگر ہم چاہیں تو ایک پلک جھپکتے میں مشرق سے مغرب تک پھر آئیں" اور اس شخص کا ہاتھ پکڑ کر کہا "آنکھیں تو بند کر" اُس نے آنکھیں بند کرلیں۔ دیکھتا کیا ہے کہ شیخ کوہ قاف میں اُس فرشتے کے پاس جو وہاں کا موکل ہے تشریف رکھتے ہیں۔ تھوڑی دیر میں اپنے مقام پر آگئے۔ بہت قائل ہوا اور یہ کہتا ہوا چل دیا کہ واہاں بیشک خدا کے دوستوں کو خدا کے سوا کوئی نہیں پہچان سکتا۔

اس کے بعد شیخ الاسلام رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ شیخ جمال الدینؒ کو کسی وقت کسی نے نماز میں نہیں دیکھا۔ نماز کا وقت آتا اور وہ غائب ہوجاتے۔ آخر بھید کھلا کہ خانہ کعبے میں نماز ادا کرتے ہیں۔

شیخ الاسلامؒ یہ بیان کرہی رہے تھے کہ ایک بوڑھا جوگی جس نے اچھے اچھے

مجاہدے کئے تھے۔ کسی دور دراز جگہ سے آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔
اس پر حضرت کی ایسی ہیبت چھائی کہ سر جھکا کر اونچا نہ کر سکا۔ یہاں تک کہ خود
حضرت کی نظر پڑی اور حضرت نے باآواز بلند فرمایا "سر اٹھا"۔ تب اس نے سر اٹھایا اور ہاتھ
باندھ کر کھڑا ہو گیا۔ شیخ الاسلام نے پوچھا کہ کہاں سے آیا ہے اور کیا حال ہے
وہ مارے رعب کے کچھ جواب نہ دے سکا۔ آپ نے پھر اپنے الفاظ دہرائے
مگر وہ بدستور صُمٌّ بُکمٌ رہا۔ دو تین دفعہ کے اصرار پر آہستہ سے اتنا بولا
کہ مجھ سے حضور کے سامنے بات نہیں ہو سکتی۔ اس پر شیخ الاسلام نے دعاگو کو
مخاطب کر کے فرمایا کہ یہ جوگی میرے پاس بڑے دعوے کر کے آیا تھا۔ جب اس نے
سر زمین پہ رکھا تو ہمارے دل میں خیال پیدا ہوا کہ اس کے سر کو زمین پکڑ لے
چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ یہ ہر چند سر اٹھانا چاہتا تھا مگر نہ اٹھا سکتا تھا۔ اگر یہ اپنے
زعم و تکبر سے مستغفر نہ ہوتا تو قیامت تک یوں ہی پڑا رہتا۔ پھر اس کی طرف متوجہ
ہوئے اور استفسار کیا کہ جوگی جی! تم نے اپنا کام کس حد تک پہنچایا ہے؟ اس نے
عرض کیا کہ ہم لوگوں کا کمال یہ ہے کہ ہوا میں اڑنے لگتے ہیں میں یہ بات میں حاصل
کر چکا ہوں۔ ارشاد ہوا "اچھا اُڑ۔ ہم بھی تماشا دیکھینگے"۔ جوگی کے اُڑتے ہی
شیخ الاسلام نے اپنی نعلین کی طرف اشارہ کیا وہ حکم الٰہی سے اُڑ کر جوگی کے سر پر
پہنچیں اور تڑ تڑ آواز دینے لگیں۔ آخر جوگی گھبرا کر اُتر آیا اور مقر ہوا کہ جس شخص
کی نعلین کا یہ مرتبہ ہے اُس کی خود کی کوئی کیا برابری کریگا۔ اور مسلمان ہو کر واصلان
حق میں شامل ہو گیا۔ اسی نئے رنگ میں آکر جوگی نے کہنا شروع کیا کہ عالم میں نیک
و بد سب طرح کی اولاد پیدا ہوتی ہے جس کا باعث والدین کا احکام مباشرت
سے واقف نہ ہونا [illegible] ہوتا ہے۔ یہ ایک مفصل اور طویل تقریر تھی دعاگو نے
ایک دن اس حقیقت پر شیخ الاسلام سے روشنی ڈلوانی چاہی۔ حضرت رض نے تبسم فرما کر

ارشاد کیا کہ مولانا نظام الدین! خوب ہوا جو تم نے اس کو سیکھ لیا۔ مگر یہ تمہارے
کس کام کا۔ واپس کردو۔ اسی وقت ایک صاحب چند نفر درویشان صوف پوش
کے ساتھ بیت المقدس سے وارد ہوئے۔ اور شیخ الاسلام کے سامنے سر خم کیا
ارشاد ہوا "بیٹھ جاؤ"۔ بیٹھ گئے۔ وہ بزرگ بار بار چہرۂ مبارک کو دیکھتے اور
نگاہ نیچی کر لیتے۔ آخر جب طاقت ضبط نہ رہی تو اٹھے اور حضرتؒ کے پیروں میں
سر رکھ کر عرض کرنے لگے کہ اے مخدوم! آپ کو میں نے بیت المقدس میں جاروب
کشی کرتے دیکھا ہے۔ شیخ الاسلام نے فرمایا سچ کہتے ہو۔ مگر تم سے عہد جو ہوا تھا
اس کی بھی خبر ہے یا اسے بھول گئے۔ تمہیں یہ راز کبھی افشا نہ چاہئے تھا۔ درویش
شرمندہ ہوتے کہ میں نے یہ کیا کر دیا۔ الغرض جب انفعال انتہا سے بڑھا تو
حضرتؒ نے ارشاد کیا کہ اے عزیز! مردانِ خدا جس جگہ بیٹھتے ہیں وہیں خانہ کعبہ
ہوتا ہے۔ وہیں عرش ہوتا ہے۔ وہیں کرسی ہوتی ہے۔ اور جو کچھ خداوند تعالےٰ
نے پیدا کیا ہے انہیں سب دکھائی دیتا ہے۔ پھر انہیں حکم دیا کہ آنکھیں بند
کرو۔ انہوں نے آنکھیں بند کر لیں۔ پھر فرمایا کھول دو۔ انہوں نے کھول دیں اور
نعرہ مار کر بیہوش ہو گئے۔ تھوڑی دیر میں ہوش آیا تو کہا واقعی جو حضرتؓ نے
فرمایا تھا وہ سب دکھا بھی دیا۔ شیخ الاسلام نے ان کو کلاہ عنایت کی اور سیوستان
کی خلافت سے سرفراز فرما کر رخصت کر دیا۔ بعد میں اور مسافروں سے بھی معلوم
ہوا کہ حضرت شیخ الاسلام رضؓ ہر روز ایک دفعہ بیت المقدس میں حاضر ہو کر جھاڑو
دیتے ہیں۔ المختصر ان باتوں کے ہو چکنے پر شیخ الاسلام نے ارشاد فرمایا کہ میں بیس ۲۰
سال عالم تفکر میں رہا ہوں۔ اور ان بیس سال میں ہمیشہ کھڑا رہا۔ چنانچہ تمام
خون پیروں میں جمع ہو ہو کر نکلنے لگا تھا۔ اور اس زمانے میں میں نے عہد کر لیا تھا
کہ کبھی ٹھنڈا پانی یا لقمۂ طعام نفس کو نہ دونگا۔ شیخ الاسلام یہ کیفیت کہہ رہے تھے

کہ ایک درویش شہاب الدین غزنویؒ جو شیخ الاسلامؒ کے مریدوں میں سے تھے حاضر خدمت ہوئے اور سر زمین پر رکھ کر حسب حکم بیٹھ گئے۔ انہیں والی لاہور نے سو دینار دیکر حضرتؒ کے پاس بھیجا تھا کہ یہ دینار حضرتؒ کی نذر کر دیں۔ حضرتؒ نے چھوٹتے ہی فرمایا "لاؤ" انہوں نے حالانکہ ان کے پاس پورے دینار موجود تھے مگر پچاس دیئے۔ شیخ الاسلام متبسم ہوئے اور کہنے لگے شہاب نے خوب برادرانہ تقسیم کی۔ درویش کو ایسا کرنا نہ چاہیئے۔ شہاب بہت خجل ہوئے اور فوراً سو دینار حاضر کر دیئے۔ شیخ الاسلام رضؓ نے ارشاد کیا کہ اگر میں تمہیں یہ تادیب نہ کرتا تو تم اپنے راستے سے بھٹک جاتے اور ہرگز مقصد تک نہ پہنچ سکتے۔ یہ کہہ کر وہ کل دینار انہیں عطا کر دیئے اور کہا کہ تجدید بیعت کرو کیونکہ پہلی بیعت میں خلل پڑ گیا۔ دوبارہ بیعت لینے کے بعد فرمایا جاؤ اور جس کسی کو کلاہ دینی ہو دو۔ کام تمہارا پورا ہو گیا۔ الحمد للہ علی ذالک

۲۵-ماہ شوال ۶۵۵ھ - روز دوشنبہ

عالم علوی اور عالم سفلی کی دولت قدم بوسی حاصل ہوئی۔ شیخ جمال الدین ہانسویؒ اور شیخ بدرالدین غزنوی رضؓ اور مولانا بدرالدین اسحق رضؓ اور دیگر عزیزان باصفا حاضر خدمت تھے کچھ دیر بعد ایک جوگی بھی آ پہنچا۔ دعا گو نے اس سے دریافت کیا کہ تمہارا کمال اصل کیا چیز ہے؟ اس نے کہا کہ ہمارے ہاں دو عالم مانے گئے ہیں (۱) عالم علوی (۲) عالم سفلی۔ پیشانی سے ناف تک کا تعلق عالم علوی سے ہے اور ناف سے پیر تک کا عالم سفلی ہے۔ یہ سن کر شیخ الاسلام رضؓ نے فرمایا "ہاں" اس نے سچ بتایا مگر اتنا اور یاد رکھو کہ عالم علوی میں صدق و صفا اور خوش اخلاقی اور حسن معاملہ کا ہونا ضروری ہے۔ عالم سفلی میں پارسائی اور پاکی اور زہد کی نگہداشت کی جاتی ہے پھر شیخ الاسلامؒ چشم پر آب ہو گئے اور بولے "مجھے اس کا یہ بیان

بہت پسند آیا۔" اور کہا "جو شخص خداوند تعالیٰ کی دوستی اور محبت کا دعویٰ کرے اور دنیا کی محبت بھی اُس کے دل میں ہو وہ دروغ گو اور جھوٹا ہے۔"

اس کے بعد ارشاد ہوا کہ قاضی حمید الدین ناگوریؒ تاریخ میں لکھتے ہیں کہ تین اوقات میں رحمتِ الٰہی نازل ہوتی ہے۔ سماع کے وقت، اور کھانا کھاتے وقت جو طاعت کے لئے قوت پیدا کرنے کی نیت سے کھایا جائے۔ اور درویشوں کے صفائی قلب کرنے کے وقت۔ اس گفتگو کے اثناء میں چھ سات جوان خورد سال درویش خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کرنے لگے کہ ہم سب کا ایک قضیہ ہے۔ حضور اپنے یاروں میں سے کسی کو حکم دیں کہ وہ ہماری باتیں سُن لیں — شیخ الاسلام رضؓ نے مجھے اس کام پر متعین فرمایا اور مولانا بدرالدین اسحاق رضؓ کو میرے ساتھ کیا۔ چنانچہ ہم نے تعمیل ارشاد کی اور اُنہوں نے نہایت نرمی کے ساتھ ایک دوسرے سے کہنا شروع کیا کہ فلاں روز تم نے ایسا کہا تھا اور میں نے یہ جواب دیا تھا وغیرہ وغیرہ مجھ پر اور بدرالدین اسحٰق رضؓ پر ان کی تقریر کے لطف سے گریہ طاری ہو گیا اور ہم نے اپنے دل میں خیال کیا کہ یہ فرشتے ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے ہماری تعلیم کے واسطے بھیجا ہے کہ جھگڑوں کو اس طرح طے کرنا چاہیئے۔ یہ کیفیت شیخ الاسلام کو بھی معلوم ہوئی۔ وہ بھی چشم پُرآب ہوئے اور بولے بیشک ایسے موقع پر یہی چاہیئے کہ گردن کی رگ نہ اُبھرے اور غصے کا اثر تک ظاہر نہ ہو۔

بعد ازاں اسی محل میں ارشاد فرمایا کہ جب تک کھانا کھائے تو لازم ہے کہ طاعت بجالائے تاکہ وہ کھانا بھی عبادت میں شامل ہو جائے۔ فقیر کو نفس کی خواہش پر ہرگز نہ کھانا چاہیئے۔ پھر کہا کہ راحتہ الارواح میں قاضی حمید الدین ناگوری رضؓ تحریر فرماتے ہیں کہ کسی درویش نے دریائے دجلہ کے کنارے

اپنا صومعہ بنایا تھا۔ اور کئی برس سے اُس میں سکونت رکھتے تھے۔ ایک اور
درویش بھی وہاں آئے اور دریا کی دوسری طرف فروکش ہوئے۔ جب پہلے
درویش کا کھانا تیار ہوا اور اُنہوں نے اپنے بال بچوں کو اکٹھا کیا اور بیوی سے
کہا کہ یہ کھانا بھی کر ان درویش کو دیدو۔ بیوی نے جواب دیا کہ دریا میں کشتی تو
ہے نہیں میں کیونکر جاؤں؟ فرمایا جب کنارے پر پہنچو تو یہ کہنا کہ اے دریا بحرمت
اُس درویش کے جس نے تیس سال میں ایک دفعہ بھی مجھ سے صحبت نہیں کی
مجھے راستہ دے۔ دریا تجھکو راستہ دیگا۔ بیوی کو اُن کے یہ الفاظ سن کر بڑا
تعجب ہوا کہ ان سے اس قدر تو میرے فرزند ہوئے اور یہ کہتے ہیں مگر وہ خاموش
روانہ ہوگئی اور دریا کے کنارے پہنچکر وہی الفاظ کہنے لگی۔ دریا شق ہوگیا۔ اور
عورت اُس کے اندر چلی گئی۔ اور اُنہی درویش کے قریب جاکر سلام کیا اور کھانا
رکھدیا۔ ان بزرگ نے کھانا نوش فرمالیا اور کہا جاؤ۔ عورت متفکر ہوئی کہ
اب اندر میں کیونکر جاؤں۔ درویش نے دریافت کیا کہ تم آئیں کس طرح تھیں؟
عورت نے کہا کہ میرے خاوند نے مجھے یہ بتادیا تھا۔ یہ کہکر میں آگئی۔ اُنہوں نے
فرمایا اب یہ کہدینا کہ اے دریا بحرمت اُس شخص کے جس نے تیس سال سے
کھانا نہیں کھایا مجھے راستہ دیدے۔ الغرض عورت نے یہی کیا اور دریا نے
بدستور راستہ دیدیا۔ جب شوہر کے پاس پہنچی تو پوچھنے لگی کہ ان دروغ بافیوں کی
حقیقت مجھپر ظاہر کیجئے۔ فرمایا میں نے اور ان درویش نے سچ کہا تھا تیس سال
سے میں نے خواہش نفس سے کبھی صحبت نہیں کی۔ فقط تیرے حق کی ادائیگی کی نیت
رکھتا تھا۔ اور ان درویش نے تیس سال سے کبھی کھانا نہیں کھایا جب تک
یہ ذہن میں نہ جما لیا کہ اس سے عبادت کے لئے طاقت حاصل کرونگا۔ سمجھ میں آیا؟
اس کے بعد اس بارے میں گفتگو شروع ہوئی کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضؒ

رضی اللہ عنہ چھوٹے قد کے تھے اور حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے
ان کی شان میں کُنَیْفَۃُ الْعِلْم فرمایا ہے یعنی علم کی تھیلی۔ جس سے معلوم ہوتا
ہے کہ وہ چھوٹے قد کے تھے۔ پھر اسی محل میں ارشاد ہوا کہ ایک دفعہ میں شیخ الاسلام
بختیار اوشی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر تھا کہ تمیں تمام دعا گیوں کے ہم خرقہ
بھی آ گئے اور سر زمین پر رکھ کر عرض گزار ہوئے کہ آج رات کو میں نے خواب
دیکھا کہ ایک قبہ ہے اور اس کے ارد گرد خلائق کے انبوہ آ جا رہے ہیں۔ میں نے
استفسار کیا کہ قبے کے اندر کون ہے؟ کہا گیا "حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم تشریف فرما ہیں"۔ اور یہ شخص جو اندر سے باہر اور باہر سے اندر
آمد و رفت کر رہے ہیں عبد اللہ بن مسعود رض ہیں۔ میں نے بڑھ کر عبد اللہ بن مسعود رض سے
کہا کہ آپ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں عرض کیجئے تاکہ میں
بھی سعادت پائے بوسی حاصل کروں اور زیارت سے مشرف ہوں۔ وہ اندر
گئے اور پھر باہر آن کر بولے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں
کہ تجھکو ابھی اس کی اہلیت نہیں ہے مگر تو بختیار کاکی رض کو جا کر ہمارا اسلام پہنچا
اور کہہ کہ جو تحفہ وہ ہر شب بھیجا کرتے تھے وہ ہمیں ملتا تھا مگر اب تین راتوں سے
نہیں ملا۔ مانع بخیر باد۔ شیخ الاسلام ادام اللہ برکاتہ نے فرمایا کہ خواجہ قطب الدین
بختیار کاکی رض ہمیشہ سوتے وقت تین ہزار مرتبہ درود پڑھا کرتے تھے۔ پھر ان کے
مجاہدے کا حال بیان کیا کہ عبادت خداوندی میں بیس سال انہوں نے استراحت
نہیں فرمائی۔ پہلوئے مبارک زمین سے نہیں لگایا پھر فرمایا کہ درویش پر
خواب حرام ہے۔

ایک دن شمس دبیر مطول کا نسخہ لے کر حاضر ہوئے اور پڑھنے کی اجازت
چاہی۔ شیخ الاسلام نے حکم دیا بیٹھ جاؤ اور پڑھو۔ شمس دبیر پڑھتے رکھتے اور

شیخ الاسلام بتکرار معنی بیان فرماتے تھے اور بعض مقامات پر اصلاح بھی کرتے تھے شمس دبیر اس عنایت سے بیحد مسرور ہوئے۔ شیخ الاسلام نے فرمایا تمہارا دلی مطلب کیا ہے؟ شمس دبیر نے عرض کی میری والدہ نہایت ضعیف اور عمر رسیدہ ہیں میں انکی پرورش کرتا ہوں اور معاش کی بڑی تنگی ہے۔ شیخ الاسلام نے فرمایا جاؤ شکرانہ لے آؤ۔ شمس دبیر گئے اور پچاس جیتل لے آئے۔ شیخ الاسلام رضؔ نے فرمایا انہیں تقسیم کردو۔ ایک ایک دو دو سب کو پہنچے۔ اور چار جیتل حضرت نے دست خاص سے دعاگو کو عنایت فرمائے اور پھر فاتحہ پڑھی۔ اس کے بعد شمس دبیر کے ہاں ایسی فراخی ہوئی کہ چند روز میں وہ سلطان غیاث الدین بلبن کے دبیر بن گئے اور ان کے گھر میں گھما گھمی ہوگئی۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِکَ۔

۱۵۔ ماہ شوال ۶۵۵ھ

درویشی اور جاگیر } دولت قدمبوسی نصیب ہوئی۔ حضرت شیخ الاسلام رضؔ بیٹھے ہوئے تھے کہ والئ اجودھن نے اپنے کارکنوں کے ہاتھ دو گاؤں کی مثال اور دو سو تنکہ نقد حضرت کی خدمت میں پیش کرنے کے لئے بھیجے۔ کارکنوں کو حکم ہوا کہ بیٹھ جاؤ وہ بیٹھ گئے اور مال مثال سامنے رکھدیا۔ شیخ الاسلام نے مسکرا کر فرمایا کہ میں نے آج تک یہ چیز کسی کی قبول نہیں کی اور نہ یہ میرے خواجگان کی سنت ہے واپس لے جاؤ اور کہو کہ اس کے طالب اور بہت ہیں ان کو دیدو۔

اس کے بعد شیخ الاسلام نے اس حال کے مناسب ایک حکایت بیان فرمائی کہ ایک مرتبہ سلطان ناصر الدین محمود نے سلطان غیاث الدین بلبن کے ہاتھ جو ملتان کی طرف آئے تھے چار دیہات کی مثال اور کچھ نقد دعاگو کے پاس بھیجا جس میں مثال خاص میرے لئے اور نقد درویشوں کے اخراجات کے واسطے تھی۔ میں نے تو اس کے لینے سے بھی انکار کردیا تھا۔ یہ کہکر شیخ الاسلام رونے لگے۔

اور بولے کہ ان چیزوں کو ہم قبول کرنے لگیں تو ہم کو درویش کون کہے۔ ہم تو
پھر اہل دول کی صحبت میں شامل ہو جائیں (کارکنان والی اجودھن سے
مخاطب ہو کر) حاشا و کلا یہ سب لے جاؤ اور کسی دوسرے کو عطا کرو۔ بعد ازاں
ارشاد ہوا کہ ایک دفعہ دُعا گو شیخ الاسلام قطب الدین بختیار اوشی رضؓ کی خدمت
میں حاضر تھا کہ سلطان شمس الدین انار اللہ برہانہ کے وزیر کوکبہ دولت کے ساتھ
آئے اور عرض پرداز ہوئے کہ سلطان نے چھ سات دیہات کی شاملات اور کچھ
چیزیں بطریق نذر ارسال کی ہیں۔ حضرت شیخ الاسلام نے تبسم فرما کر ارشاد کیا
کہ اگر ہمارے خواجگان انہیں لے لیا کرتے ہوتے تو ہمیں بھی عذر نہ تھا۔ مگر انہوں نے
یہ رسم نہیں رکھی۔ ایسی صورت میں ہم اُن کی متابعت نہ کرینگے تو کل بروز قیامت کس
مُنھ سے اُن کے سامنے جا سکینگے۔

حُسنِ ادب } اس کے بعد مشارق الانوار کی حدیثوں پر گفتگو چلی۔ ارشاد ہوا
مشارق الانوار میں جس قدر حدیثیں درج ہیں سب صحیح ہیں۔ ایک بزرگ مولانا
رضی الدین اصفہانی رضؓ سے روایت کرتے ہیں کہ جب مولانا کو کسی حدیث میں دقت
واقع ہوتی اور لوگوں سے نزاع کا موقع آجاتا تو مولانا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ
وسلم کی زیارت سے مشرف ہو کر خواب میں اس حدیث کی صحت کر لیتے تھے
اس کے بعد فرمایا کہ ایک دفعہ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز
پڑھنی چاہی۔ عبداللہ بن عباس رضؓ کے سوا کوئی حاضر نہ تھا۔ حضور صؐ نے ان کا ہاتھ
پکڑ کر اپنے برابر کھڑا کر لیا۔ جب نماز شروع ہوئی تو عبداللہ بن عباس رضؓ بنجیال
ادب پیچھے ہٹ آئے۔ حضور صؐ نے نیت توڑ کر پھر انہیں برابر کھڑا کر لیا۔ یہ پھر پیچھے
ہٹ آئے۔ یہاں تک کہ تین چار بار ایسا ہوا۔ آخر آنحضرت صؐ نے دریافت فرمایا
کہ تم کیوں پیچھے ہٹ جاتے ہو؟ عبداللہ بن عباس رضؓ نے عرض کی۔ میری کیا مجال ہے

جو رسولِ خدا صلعم کے برابر کھڑا ہو سکوں۔ حضور صلعم کو اُن کا حُسن ادب بہت پسند آیا اور اُن کے حق میں دعا فرمائی کہ اَللّٰھُمَّ فَقِّهْهُ فِي الدِّيْن یعنی اے خدا اسکو دین کی سمجھ عطا فرما۔

کشف وکرامت } اس کے بعد کشف وکرامت کا قصہ چھڑا۔ فرمایا کرامت کو مکاشفہ نہیں کہتے۔ اندریہ کام کم حوصلے والوں کا ہے مشائخ عظام نے اس کو کچھ وقعت نہیں دی۔ لہذا لازم ہے کہ جسے کرامت ہو وہ اپنے تئیں کسی شمار میں نہ لائے۔ پھر ارشاد ہوا۔ ایک دفعہ خواجہ حسن نوری نور اللہ مرقدہٗ دریائے دجلہ کے کنارے پہنچے۔ ایک ماہی گیر نے جال ڈال رکھا تھا۔ خواجہ حسن نوری نے کہا اگر مجھ میں کرامت ہے تو اب کے جال میں ڈھائی من کی مچھلی آئے گی۔ اس امر کی خبر خواجہ جنید بغدادیؒ کو ملی۔ اُنہوں نے کہا کہ کاش اس جال میں ایک سانپ آ کر انہیں کاٹتا اور وہ شہید ہو کر مرتے۔ اب کسی کو کیا معلوم ہے کہ ان کا انجام کیسا ہو گا۔ پھر اسی اثنا میں فرمایا کہ شیخ سعد الدین حمویہؒ کا قول ہے کہ کرامت کا ظاہر کرنا فرض کا ترک کرنا ہے۔ پھر اسی مضمون کے متعلق ارشاد ہوا کہ برادرم سعد الدینؒ کہتے تھے کہ میرے شہر کا والی میرے ساتھ عقیدت نہ رکھتا تھا ایک روز اُس کا میرے دروازے کے آگے سے گزر ہوا۔ اُس نے چوبدار کو یہ کہہ کر میرے پاس بھیجا کہ اس صوفی کو باہر لے آؤ تاکہ میں دیکھوں کہ یہ کیسا شخص ہے۔ چوبدار نے اندر آ کر یہ حال مجھے سُنایا۔ میں نے اس کی بات کی طرف التفات نہ کیا اور نماز میں مشغول ہو گیا۔ چوبدار نے جا بادشاہ سے کہدیا بادشاہ خود اُتر پڑا اور دُعا گو کے پاس آیا۔ میں یہ دیکھ کر کھڑا ہو گیا اور خندہ پیشانی سے پیش آیا۔ الغرض ہم دونوں ایک جگہ بیٹھ گئے۔ میں نے خادم کو اشارہ کیا کہ سیب لے آؤ۔ اور ایک سیب تراش کر بادشاہ کو کھلایا اور خود بھی کھایا۔

خوان میں ایک سیب سب سے بڑا تھا۔ بادشاہ کے دل میں خیال آیا کہ
اگر یہ شیخ صفائے قلب رکھتے ہیں تو یہ سیب مجھکو دینگے۔ اُس کے دل میں اس
خطرے کا آنا تھا کہ میں نے ہاتھ بڑھاکر اُس سیب کو اٹھا لیا۔ اور بادشاہ سے
مخاطب ہو کر کہا کہ میں ایک دفعہ سفر میں تھا کہ ایک شہر میں پہنچا۔ وہاں ایک جگہ
بہت سے لوگ جمع تھے۔ اور اُن کے بیچ میں ایک شخص گدھا ہاتھ میں پکڑے
بیٹھا تھا جس کی آنکھیں بندھی ہوئی تھیں۔ اُس گدھے والے نے مجمع میں ایک
شخص کو انگوٹھی دیدی اور گدھے سے کہا کہ اُسے تلاش کرے۔ گدھے نے ہر شخص
کو سونگھنا شروع کیا۔ یہاں تک کہ انگوٹھی والے کے پاس پہنچا اور اُس کو سونگھ کر
وہیں کھڑا ہو گیا۔ اور اُس سے انگوٹھی لے لی۔ المختصر اس قصے کے بیان کرنے
سے میرا مقصد یہ ہے کہ اگر میں اس وقت کوئی کشف و کرامت کی بات
کہوں تو میری یہ حرکت مجھے اس گدھے کے برابر رتبہ دیدیگی اور بس۔ اور
اگر نہیں کہتا تو تم خیال کرتے ہو کہ یہ درویش صفائے قلب نہیں رکھتا۔ یہ کہکر
میں نے وہ سیب بادشاہ کے سامنے ڈال دیا۔ پھر شیخ الاسلام چشم پُرآب
ہو گئے اور کہنے لگے کہ مردانِ خدا اپنے آپ کو پوشیدہ رکھا کرتے ہیں۔ اور
کرامات کو کسی کے سامنے الم نشرح نہیں کرتے۔ شیخ الاسلام یہی فوائد بیان
کر رہے تھے کہ اذان کی آواز آئی حضرت نماز میں مشغول ہوئے اور حاضرین
رخصت ہوئے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِکَ

۳۰ - ماہ شوال ۶۵۵ھ

خرق عادت } شرف پائے بوسی حاصل ہوا۔ شیخ بدرالدین غزنوی
اور چند دیگر عزیز موجود تھے اور حضرت امیرالمؤمنین عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی

عدالت کا حال بیان ہو رہا تھا۔ ارشاد فرمایا کہ جب حضرت فاروق مسلمان ہو گئے تو تلوار نکال کر اُنہوں نے بلال رضہ کو ساتھ لیا۔ اور کہا مسجد کے مینار پر چڑھو اور اذان دو۔ چنانچہ اذان دی گئی۔ بلالؓ کی آواز بلند ہوئی تھی کہ کفار میں تہلکہ مچ گیا کہ آج عمر اسلام لے آئے۔ اب ہماری کارروائیوں کی کامیابی مشکل ہو گئی۔ اس موقع پر ایک دوسری حکایت بھی کہی کہ ایک دفعہ امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق رضہ راستے میں جا رہے تھے کہ ایک ضعیفہ کو روتے ہوئے دیکھا۔ ضعیفہ نے حضرت عمر رضہ سے کہا کہ کیا آپ اسے جائز سمجھتے ہیں کہ آپ کے دور میں زمین میرا دہی نگل جائے؟ امیر المؤمنین رضہ نے زمین سے خطاب کیا کہ اے زمین تو بڑھیا کا دہی واپس کر دے ورنہ دُرّے سے تجھے سزا دونگا۔ ہنوز یہ بات پوری زبان مبارک سے کہی نہ گئی تھی کہ زمین پھٹی اور اس ضعیفہ کا دہی اُبل آیا جو اس نے ہنڈیا میں بھر لیا اس کے بعد حضرت امیر المؤمنین رضہ کی بزرگی پر گفتگو ہونے لگی کہ ایک دن حضرت حظیرے میں تشریف رکھتے تھے اور اپنے خرقے میں بخیہ کر رہے تھے۔ اور پشت مبارک حضرت رضہ کی آفتاب کی جانب تھی اور پشت تمازت آفتاب سے جلنے لگی۔ حضرت رضہ نے غصّے کے ساتھ آفتاب کو دیکھا بس دیکھنا تھا کہ فرشتوں کو حکم الٰہی پہنچا کہ آفتاب کا نور سلب کر لو۔ اُس نے عمر رضہ کو کیوں تکلیف دی فرشتوں نے تعمیل کی۔ اور ایکدم تمام جہان تاریک ہو گیا۔ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اُس زمانے میں حیات تھے حضورؐ از حد غمناک ہوئے اور فرمایا کہ شاید قیامت قائم ہو گئی جو آفتاب سے نور چھین گیا اور تمام جہان اور افلاک تیرہ و تار ہو گئے۔ آخر جبرئیل آئے اور عرض کرنے لگے کہ یا رسول اللہ قیامت قائم نہیں ہوئی بلکہ حضرت عمر رضہ کی نظر نے یہ سب کام کیا ہے۔ آفتاب نے ان کی پشت کو زیادہ گرم کر دیا تھا۔ انھوں نے اسے

غصے سے دیکھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کا نور چھین لیا۔ اگر حضرت عمرؓ اب اسے معاف کردیں تو پھر روشنی ہوجائے۔ آنحضرتؐ نے حضرت عمرؓ کو طلب فرماکر آفتاب کی سفارش کی۔ حضرت عمرؓ نے عرض کی۔ ہاں! بیشک میں نے آفتاب کو غضب آلود نگاہ سے دیکھا تھا لیکن میں نے اسے بخش دیا۔ فوراً آفتاب میں چمک دمک پیدا ہوگئی۔ اس کے بعد حضرت امیرالمومنینؓ کی بزرگی میں ایک اور حکایت بھی سنائی کہ ایک دفعہ قیصر روم کو حضرتؓ نے پیغام بھیجا کہ اب کے سال خراج کیوں ادا نہیں ہوا؟ اس نے کچھ بہانہ کردیا۔ اور اپنے چند آدمیوں کو مدینہ منورہ روانہ کیا کہ تم جاکر دیکھو کہ عمرؓ کیسے آدمی ہیں۔ اگر اس قابل ہوئے کہ انہیں خراج دیا جائے تو میں مال ارسال کروں گا۔ ورنہ نہیں۔ خیر وہ لوگ حضرت امیرالمومنینؓ کے مکان پر آئے۔ حضرتؓ اس وقت مکان میں تھے وہ حظیرے میں پہنچے۔ وہاں دیکھا کہ بیٹھے خرقے میں بخیہ کررہے ہیں۔ انہوں نے سلام کیا اور حضرتؓ نے اپنی روشن ضمیری سے انہیں پہچان لیا۔ اور منہ اونچا کرکے کہا کہ مال لائے؟ انہوں نے جواب دیا کہ مال تو وہ نہیں دیتا۔ یہ سن کر حضرت امیرالمومنینؓ نے دُرّہ اٹھایا اور فرمایا۔ اب ٹھیک ہوگیا۔ یہ لوگ واپس ہوئے۔ راہ ہی میں تھے کہ اطلاع ملی کہ قیصر روم تخت پر بیٹھا تھا یکایک دیوار شق ہوئی اور اس میں سے ایک ہاتھ برآمد ہوا اور اس نے قیصر کے ایک ایسا دُرّہ لگایا کہ اس کا سر اڑ کر الگ جا پڑا۔ قاصدوں نے اپنا مشاہدہ کہہ سنایا۔ پھر تو بہت سا مال بھیجا گیا اور کئی ہزار کافر مسلمان ہوگئے[1]۔ الحمد للہ علیٰ ذالک۔

۲۱۔ ماہ شوال ۶۵۵ھ ہجری

ترکِ دُنیا۔ دولت قدمبوسی میسر آئی۔ ترکِ دنیا کے متعلق گفتگو ہورہی تھی

[1] مجھے ان دونوں روایتوں کی نسبت قوی شبہ ہے کہ کسی شخص نے بعد میں شریک کتاب کردی ہیں ورنہ حضرت باباصاحب رضؓ ایسی غیر مستند روایتیں بیان نہیں فرماسکتے تھے۔ حسن نظامی

شیخ الاسلامؒ نے فرمایا کہ ایک دفعہ کسی بزرگ نے پانی پر مصلّےٰ بچھا کر نماز پڑھی
اور کہا کہ خداوندا! خضر گناہ کبیرہ کا مرتکب ہو رہا ہے۔ اس کو توبہ کی توفیق
عنایت کر۔ قضا عند اللہ حضرت خضرؑ آگئے اور بولے "اے بزرگوار! میں نے
کیا کیا ہے بتلائیے تاکہ اپنے مولا سے معافی مانگوں"۔ کہا "تم نے فلاں بیابان
میں ایک درخت لگایا ہے اُس کے سائے میں تم خود بیٹھتے ہو اور آرام کرتے ہو
اور دعوئے یہ ہے کہ میں نے یہ کام خدا کے واسطے کیا ہے۔ حضرت خضرؑ نے
اقرار کیا اور تائب ہوئے۔ بعد ازاں ان بزرگ نے حضرت خضرؑ سے ترک دنیا
کی حقیقت بیان کی کہ اس طرح ہونا چاہئے۔ اور فرمایا میں ایسا ہوں کہ اگر
تمام جہان مجھے ملے اور وعدہ کیا جائے کہ تجھ سے حساب نہیں لیں گے،
تب بھی میں اسے قبول نہ کروں۔ اور اگر کہا جائے کہ دنیا قبول کرو۔ ورنہ دوزخ
میں ڈال دیں گے۔ تو میں دوسری بات منظور کر لوں مگر دنیا کو قبول نہ کروں۔
حضرت خضرؑ نے سوال کیا کہ اتنی بے تعلقی کا کیا سبب ہے؟ کہا دنیا مغضوب
خدائے عزوجل ہے۔ جس چیز کا خدا دشمن ہو میں بھی اُس کا دشمن ہوں۔

ذکرِ خدا میں استغراق } پھر اس بارے میں بحث شروع ہوئی کہ ہر حال
میں اللہ کی یاد میں مستغرق رہنا چاہئے۔ شیخ الاسلام ادام اللہ برکاتہ نے
ارشاد کیا کہ ایک شخص نے کسی درویش صاحبِ نعمت سے درخواست کی کہ
جس وقت آپ یادِ حق میں مشغول ہوں تو مجھے بھی یاد رکھیں۔ درویش نے فرمایا
کہ افسوس ہے اُس گھڑی پر کہ جب یادِ خدا بھی ہو اور تیرا خیال بھی آئے۔

عقل و علم } پھر عقل و علم کی نسبت باتیں ہونے لگیں۔ کتاب عقل
بھی آگے رکھی تھی۔ ارشاد ہوا کہ خداوند تعالیٰ کی بندوں پر دو عنایتیں ہیں۔ ایک
ظاہری یعنی پیغمبروں کا بھیجنا۔ اور دوسری باطنی۔ وہ عقل ہے۔ کیونکہ اگر کوئی

شخص عالم ہے مگر عقل نہیں رکھتا تو علم اُس کو کچھ نفع نہیں پہنچائیگا۔ پھر اسی گفتگو میں فرمایا کہ میں نے آثار تابعین میں لکھا دیکھا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام پر جو کچھ نازل ہوا وہ موجودات کا علم ہے جس کی نسبت فرمان ہے کہ عَلَّمَ آدَمَ الْاَسْمَاءَ كُلَّهَا ثُمَّ عَرَضَهُمْ عَلَى الْمَلٰئِكَةِ آدم علیہ السلام کے سامنے علم و عقل دونوں چیزیں پیش کی گئی تھیں۔ پہلے تو آدم علیہ السلام حیران ہوئے کہ کسے منتخب کروں لیکن بالآخر انہوں نے عقل کو اختیار کر لیا اور کہا کہ عقل کے ذریعے علم بھی آجائے گا۔

پھر اسی محل میں یہ حکایت فرمائی کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کو صحف میں حکم ہوا تھا کہ عاشق اور صالح لوگوں کو معلوم ہو کہ وہ چار ساعتوں سے غافل نہ رہا کریں۔ پہلی ساعت میں چاہیئے کہ اپنے پروردگار سے نماز کے اندر اور نماز کے آخر مناجات کریں۔ دوسری ساعت میں انہیں اعمال کا محاسبہ کرنا چاہیئے تیسری ساعت میں ان کو چاہیے کہ جاکر بندوں میں بیٹھیں اٹھیں اور ان کے عیبوں کو دیکھ کر ان کی اصلاح کی کوشش کریں لیکن ان کی پردہ پوشی لازمی ہے اور چوتھی ساعت میں نہ کھائیں نہ پئیں نہ بری صحبت میں جائیں۔ بلکہ صرف نیک کام کریں۔ اس کے بعد ارشاد ہوا کہ حدیث شریف میں رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے وارد ہے کہ یقیناً علم و عقل ایک دوسرے کے شریک ہیں علم عقل سے الگ ہے اور نہ عقل علم سے۔ پس لوگوں میں افضل کون ہے؟ وہ جو اپنے آپ کو پہچانے تو اس صورت میں عقل ممتاز رہی۔

پھر اسی محل میں ارشاد فرمایا کہ قاضی حمید الدین ناگوری رض تواریخ میں لکھتے ہیں کہ ہر چیز کی انتہا ہوتی ہے اور عبادت کی انتہا عقل ہے۔ کیونکہ بغیر علم عبادت بیہودہ اور بغیر عقل علم ہمہ وسوسہ۔ قیامت کے روز حجت یہی ہوگی۔ امام اعظم

دریافت کیا گیا کہ آپ جو ہر آیت اور ہر حدیث سے ہزار ہزار مسئلے نکالتے ہیں اس کی وجہ کیا ہے؟ فرمایا میری عقل مجھے مدد دیتی ہے۔ اگر عقل صحیح نہ ہوتی تو ایک بات بھی نہ سمجھ سکتا۔ شیخ الاسلام رضؓ نے ارشاد کیا کہ عقل تمام چیزوں سے شریف تر ہے۔ اگر عقل نہ ہوتی تو اللہ کی معرفت بھی نہ نصیب ہوتی۔

اتنی گفتگو کے بعد اذان ہوگئی۔ شیخ الاسلام نماز میں مشغول ہو گئے اور دعاگو و خلقت رخصت۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰی ذٰلِكَ ۔

۱۰ ماہ ذیقعدہ ۵۵ھ

بسلسلۂ علم و عقل } دولت قدمبوسی حاصل ہوئی۔ پھر علم و عقل کی گفتگو جاری تھی۔ فرمایا "علم خدا کے نزدیک کل عبادتوں سے افضل اور بالا تر ہے"۔ اس کے بعد شیخ الاسلام چشم پُر آب ہو گئے اور کہنے لگے "علم وہ ہے جسے عالم نہیں جانتے۔ اور زہد وہ ہے جس کو زاہد نہیں جانتے۔ اور اصل کار ان دونوں سے باہر ہے۔ مرد کو چاہیے کہ ان دونوں سے دل اٹھالے۔

پھر ارشاد کیا کہ کاش لوگوں کو علم کا درجہ معلوم ہوتا تو سب کاموں سے دست بردار ہو کر اس کی تحصیل میں لگ جاتے۔ علم ایک ابر ہے جو رحمت کے سوا کچھ نہیں برساتا۔ جو اس ابر سے حصّہ لیتا ہے گناہوں سے پاک ہوتا ہے۔

پھر اسی مضمون کے موافق ارشاد ہوا کہ ایک روز ہم اور شیخ جلال الدین تبریزی رضی اللہ عنہ ایک جگہ بیٹھے تھے۔ ذکر ہوا کہ علم کی مثال شیشے کی قندیل میں ایک روشن چراغ کی سی ہے۔ جس سے کل عالم ناسوت و ملکوت روشن ہیں۔ جو اس کے پَرتو سے مستفیض ہوا سے تاریکی کا اندیشہ نہیں۔

پھر اسی محل میں فرمایا کہ علماء علم سے غافل ہیں۔ انھوں نے دنیا کو اپنا

قبلہ گاہ بنا رکھا ہے اور دانائی کے غرور سے اپنے نفسوں کو موٹا کر لیا ہے۔
یہ کہکر شیخ الاسلام رونے لگے اور بولے کہ شرح علماء میں مرقوم ہے کہ فردائے
قیامت کو اُن صلحاء و علماء کے لئے جو دنیا میں اہل دنیا کے ساتھ مشغول رہتے
تھے اور اپنا منصبی کام نہ کرتے تھے حکم ہوگا کہ انہیں عرصات میں حاضر کرو
پھر فرشتگانِ عذاب سے کہا جائیگا کہ ان کی گردنیں آتشیں زنجیروں سے جکڑ کر
دوزخ میں لے جاؤ۔ پھر فرمایا ان علماء سے مراد وہ علماء ہیں جو بظاہر پارسائی
دکھلاتے ہیں اور باطن میں علم پر عمل نہیں کرتے اور مکر و حیلے کے ساتھ دنیا
کماتے ہیں۔ اس کے بعد ارشاد ہوا کہ قاضی حمید الدین ناگوری رضی اللہ عنہ
راحتہ الارواح میں رقمطراز ہیں کہ انسان اگر اپنے علم پر مغرور نہ ہو۔ اور
اُس کا جائز استعمال کرے تو خدا تعالیٰ اسے حلال و حرام حق و باطل اور نیک
و بد کی صحیح تمیز عنایت فرما دیتا ہے۔

عقل کی بہت سی قسمیں ہیں۔ مگر عالم نام مطلق ہے۔ عالم درحقیقت اُسے
کہتے ہیں جو علم نبوی جانتا ہو۔ اور علم نبوی کا تعلق آسمان سے ہے۔ کیونکہ وہ
کل ہمارے پروردگار نے رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر بذریعہ وحی
نازل کیا تھا۔ بعد ازاں معرفت میں گفتگو ہونے لگی۔ فرمایا کہ آدمی اپنے آپ کو
نہیں پہچانتا۔ ہوا و ہوس اسے دوسری باتوں میں مبتلا کر دیتی ہے۔ ورنہ
جو خود کو پہچان لیتا ہے اُسے خدا کی محبت ہو جاتی ہے۔ اور کسی غیر کی اس کے
دل میں جگہ نہیں رہتی۔ اگر اٹھارہ ہزار عالم اس کے سامنے آئیں تو وہ التفات
نہ کرے۔ پھر دعا گو سے مخاطب ہو کر ارشاد کیا کہ اہل معرفت وہ لوگ ہیں
کہ جن کے آگے جبرئیل۔ اسرافیل۔ اور میکائیل جیسے لاکھوں مقرب فرشتے
بھی عرش سے لیکر تحت الثریٰ تک جمع ہو جائیں تو وہ اُنہیں موجود نہ سمجھیں

اور نہ انہیں ان کے مرنے اور جلنے کی خبر ہو۔ یہ نشان کسی کی نہ دیکھو اور وہ اپنے کو اہل معرفت کہے تو سمجھ لو کہ دروغگو ہے

پھر اسی محل پہ فرمایا کہ ایک روز میں حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی رح کی خدمت میں حاضر تھا۔ انہوں نے کہا کہ جب خدا تعالیٰ چاہتا ہے کہ اپنے کسی بندے کو اپنا دوست بنائے تو ذکر کا دروازہ اس پر کھول دیتا ہے اور سرا‌پردۂ حیرت و دہشت میں اس کو جگہ دیتا ہے جو اس کی عظمت و جلال کا محل ہے۔ اسی طرح ہر بندہ خدا تعالیٰ کی حفاظت و حمایت میں آجاتا ہے۔

پھر اسی اثناء میں فرمایا کہ ایک روز میں شیخ الاسلام حضرت معین الدین سنجری رح کی خدمت میں حاضر تھا۔ انہوں نے فرمایا کہ اہل معرفت کو اوقات میں توکل کرنا چاہیئے۔ اور یہ علم علوی شوق سے حاصل ہوتا ہے جب عارف کو یہ مقام مل جاتا ہے تو اسے اپنی خبر نہیں رہتی خواہ اسے آگ میں ڈال دو۔

پھر ارشاد ہوا کہ اہل معرفت گفتگو کا دعویٰ اس وقت کر سکتے ہیں کہ پہلے اپنے تئیں خلق کو ثمرۂ معرفت سے بہرہ ور دکھائیں۔ اور جو لوگ دعوائے محبت پر نکتہ چینی کرتے ہوں انہیں شکست دیں۔

بعد ازاں شیخ جلال الدین تبریزی رضی اللہ عنہ کے اشغال کا حال فرمانے لگے کہ ان کی رحلت کے موقع پر ایک مرید حاضر تھے وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے شیخ کو ایسی حالت میں تبسم کناں دیکھ کر عرض کیا کہ اے مخدوم! آپ اب دنیا سے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے کوچ کر رہے ہیں۔ اور آپ کو رنج نہیں بلکہ چہرے پر اور الٹی ہنسی ہے۔ کہا۔ میاں خدا تعالیٰ کے پہچاننے والوں کی یہی شان ہونی چاہیئے۔ اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ وہ شخص جب تک عاشق و عارف پیدا نہیں ہوتا اس کے دل میں ہر چیز سے خدا تعالیٰ کی یاد پیدا ہو۔ پھر ارشاد ہوا کہ میں نے

شیخ الاسلام حضرت قطب الدین بختیار اوشی رحؒ کی زبان مبارک سے سُنا ہے کہ عقل کے درخت کو فکر کا پانی دیا کرے تاکہ وہ خشک نہ ہو جائے بلکہ روز بروز بڑھتا رہے اور غفلت کے درخت کو جہل کا پانی مناسب ہے اس کی اس سے جڑ بندھتی ہے اور توبہ کا درخت ندامت کے پانی سے پرورش پاتا ہے اور بار آور ہوتا ہے اور محبت کا درخت موافقت کے پانی سے پھولتا پھلتا ہے۔

پھر اسی محل میں فرمایا کہ حضرت خواجہ معین الدین سنجری رضؓ کے واقعات میں مرقوم ہے کہ جس رات کو حضرت رضؓ کا انتقال ہونے والا تھا اُس رات کو حضرت نے کئی سو بار جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی خواب میں زیارت کی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم فرماتے تھے کہ خدا کا دوست معین الدین آتا ہے۔ ہم اس کے استقبال کے لئے آئے ہیں۔ اور جب حضرت کا وصال ہو گیا تو حضرت کی پیشانی پر لکھا ہوا دیکھا کہ حَبِیْبُ اللّٰہِ مَاتَ فِیْ حُبِّ اللّٰہِ۔

شیخ الاسلام ان الفاظ تک پہنچے تھے کہ بانگِ نماز سُنائی دی۔ خواجہ نماز میں مشغول ہوئے اور خلق دعا گو واپس آئی۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِکَ

۱۲- ذیقعدہ ۶۵۵ھ

ترک دنیا کی فضیلت ۔ دولت پائے بوسی میسر آئی۔ مولانا بہاؤالدین غزنوی رضؓ اور شیخ جمال الدین ہانسوی رحؓ اور دیگر عزیز حاضرِ خدمت تھے اور ترک دنیا کی بزرگی پر بحث ہو رہی تھی۔ فرمایا کہ جس روز سے حق تعالیٰ نے دنیا کو پیدا کیا ہے دشمنی کے باعث اس کی طرف نظر نہیں کی۔

پھر اسی اثنا میں ارشاد کیا کہ امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا قول ہے کہ میں دو چیزوں سے ڈرتا ہوں۔ ۱- ایک درازی اہل کی آرزو سے اور دوسرے

دنیا اور خواہش نفس کی متابعت ہے۔ کیونکہ نفس بندے کو یاد حق سے باز رکھتا ہے اور دنیا دُنیا اور آخرت کو بھلا دیتی ہے۔ پھر ارشاد ہوا کہ غزنیں میں ایک بزرگ تھے۔ اُن سے میں نے پوچھا کہ دنیا کی ہماری طرف پشت ہے اور آخرت کا ہماری طرف منہ ہے۔ ہم کسے عزیز رکھیں؟ جواب دیا کہ "آخرت کو" اور اسی کے بہتر بنانے کی کوشش کرو۔ کیونکہ کل بروز قیامت وہ کوششیں کام آئیں گی اور دیکھو آج جو کام یہاں کئے جا سکتے ہیں کل اُن کا موقع نصیب نہ ہوگا۔"

پھر اسی محل میں حکایت بیان کی کہ خواجہ عبد اللہ بن سہل تستری رضہ نے جو کچھ مال و منالِ دُنیا اُن کے پاس تھا سب اللہ کی راہ میں دیدیا۔ اہلِ خاندان ملامت کرنے لگے کہ خرچ کے واسطے تو کچھ بچا لیا ہوتا۔ خواجہ نے کہا مجھے اس فکر کی ضرورت نہیں۔ پھر اسی گفتگو میں ارشاد فرمایا کہ اسرار العارفین میں خواجہ یحییٰ معاذ رازی رضی اللہ عنہ کی ایک تحریر میرے مطالعے سے گذری کہ جب حکمت آسمان سے اُترتی ہے تو ہر دل کو اپنا مسکن نہیں بناتی۔ جن لوگوں کو ان چار امراض میں سے ایک مرض بھی ہوگا حکمت ان سے ہمیشہ دور رہے گی۔

(۱) حرص دنیا (۲) فکر فردا (۳) مسلمانوں سے بغض و حسد (۴) شرف و جاہ کی محبت۔

پھر فرمایا کہ برادر بہاء الدین زکریا کے ساتھ ایک دفعہ میں کہیں بیٹھا تھا کہ زہد پر یہ گفتگو چھڑ گئی کہ تین چیزیں زہد و درویشی کے لئے لازمی ہیں۔ جس شخص میں یہ تین چیزیں نہ ہونگی زہد بھی نہ ہوگا (۱) دُنیا کی شناخت پر اُس سے ہاتھ اٹھانا (۲) مرشد کی خدمت کرنی اور ادب ملحوظ رکھنا (۳) آخرت کی آرزو مندی اور اُس کا طلب کرنا۔ اس کے بعد ارشاد ہوا کہ ہمارے خواجگان میں سے خواجہ فضیل بن عیاض رضہ سے منقول ہے کہ قیامت کے دن دنیا نہایت زیب و زینت کے ساتھ

آراستہ ہو کر میدان میں نکلیگی اور عرض کریگی کہ اے پروردگار! اب تو مجھے اپنا بندہ بنا۔ اس پر خدا تعالیٰ جواب دیگا کہ میں تجھے مُنہ نہیں لگاتا۔ تیرے پیروؤں سے مجھے کبھی خوشی نہیں ہوئی۔ اتنے میں دنیا ریزہ ریزہ ہو جائے گی

پھر دعاگو کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ دنیا ترک کرو تاکہ قیامت کے روز دوزخ سے محفوظ رہو۔ پھر ارشاد ہوا کہ جس قدر فتوحات اور نقد میرے پاس آتا ہے میں اگر اُسے جمع کروں تو خزانے بھر جائیں۔ لیکن میں سب کچھ اُسی کی راہ میں صرف کر دیتا ہوں۔ پھر اسی محل میں فرمایا کہ خواجہ محمود چشتی رضی اللہ عنہ شرح اولیاء میں ہے کہ تمام بدی اور بُرائی ایک مکان میں جمع کر کے اس کی کنجی دنیا کو بنایا گیا ہے جو لوگ دانا اور دور اندیش ہیں وہ اس مکان اور اس مکان کی کنجی کے پاس نہیں پھٹکتے امام زاہد کی تفسیر سامنے رکھی تھی اُس میں یہ روایت دکھائی دی نَجَی الْمُخَفَّفُوْنَ وَهَلَكَ الْمُثْقَلُوْنَ یعنی سبکسار لوگوں نے نجات پائی اور گراں بار ہلاک ہوئے۔

بعد ازاں خدا تعالیٰ کی بزرگی میں گفتگو شروع ہوئی۔ ارشاد ہوا کہ خدا تعالیٰ سب سے بزرگ ہے۔ لیکن جب یہ بات کل دنیا جانتی ہے تو اس نعمت سے محروم کیوں رہتی ہے اور فکر و ذکر میں عمر کس لئے صرف نہیں کرتی۔

پھر ارشاد ہوا کہ بعض بندے اللہ کے ایسے ہیں جو دوست کا نام سُنکر جان و مال فدا کر دیتے ہیں۔ چنانچہ اسرار التابعین میں مرقوم ہے کہ کسی درویش نے جنگل میں اپنا مسکن بنایا تھا۔ اور ساٹھ برس سے عالم تفکر میں استادہ تھے ناگاہ غیب سے ندا آئی کہ "یا اللہ!" درویش مذکور نے جو دوست کا نام نامی سُنا ایک نعرہ مار کر گر پڑے۔ دیکھا تو جان بحق تسلیم ہو چکے تھے۔

پھر اسی محلہ میں فرمایا کہ اگر اہل سلوک کبھی خدا کی یاد سے غافل ہوتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم اس وقت مردہ ہیں۔ اگر زندہ ہوتے تو مولے کا ذکر ہم سے فوت نہ ہوتا

پھر اسی موقع پر ارشاد کیا کہ بغداد میں ایک بزرگ تھے کہ ہزار بار ذکر اللہ ان کا روزانہ وظیفہ تھا۔ ایک دن وہ ناغہ ہوگیا۔ غیب سے آواز آئی کہ فلاں ابن فلاں نہ رہا۔ لوگ اس آواز کو سن کر جمع ہوئے اور ان بزرگ کے دروازے پر پہنچے۔ مگر وہ زندہ تھے۔ سب حیرت میں پڑ گئے اور بزرگ سے معذرت کرنے لگے کہ غلطی یا غلط فہمی ہوئی۔ انہوں نے تبسم فرمایا اور کہا کہ آپ صاحبان ٹھیک آئے۔ جیسا کہ آواز میں سُنا ویسا ہی جانو۔ میرا وظیفہ ناغہ ہوگیا تھا وہاں اعلان کر دیا کہ میں مرگیا۔ پھر اسی گفتگو میں ارشاد ہوا کہ زبان پر مولے کا ذکر رکھنا ایمان کی نشانی اور نفاق سے بیزاری اور شیطان سے حصار اور آتش دوزخ سے حفاظت ہے۔ اس کے بعد فرمایا کہ شرح مشائخ میں لکھا ہے کہ جب مؤمن ذکر الٰہی کے ساتھ زبان کھولتا ہے آسمان سے ایک ندا آتی ہے کہ اٹھو۔ اور خوشی کرو کہ خداوند تعالیٰ نے تمہارے گناہ بخش دیئے۔

پھر فرمایا کہ جب میں سیستان میں تھا تو میں نے ایک درویش کو عالم شکر میں کھڑا دیکھا۔ سوائے ذکر کے کوئی بات نہ کرتے تھے۔ الغرض جب ذکر میں سعادت ابدی ہو تو لازم ہے کہ ہم رات دن۔ اُٹھتے بیٹھتے۔ کھڑے لیٹے۔ پاک و ناپاک ہر حالت میں بجز وقت قضائے حاجت کے ذکر سے غافل نہ ہوں۔

پھر اسی محل میں ارشاد ہوا کہ ایک بزرگ تھے کہ جس شخص کو حدیث شریف میں کوئی مشکل درپیش ہوتی وہ اُسے حل کر دیتے۔ ایک روز کنگھی کرنے کی نسبت گفتگو ہو رہی تھی اُنھوں نے فرمایا کہ کنگھی کرنی ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور دیگر پیغمبران علیہم السلام کی سنت ہے جو شخص رات کے وقت ڈاڑھی میں کنگھی کرتا رہیگا اللہ تعالیٰ اُس کو فقر کی آفت میں مبتلا نہ کرے گا۔ ڈاڑھی میں جس قدر بال ہوتے ہیں اُن میں سے ہر ایک کے بدلے ہزار غلام آزاد کرنے کا ثواب

دیگا اور اسی قدر گناہ دور کریگا۔ اگر لوگ کنگھی کرنے کے اجر کو جان جائیں تو سب عبادتوں سے باز رہ کر اسی ایک عبادت کو پکڑ لیں۔ پھر فرمایا کہ ایک کنگھی دو آدمیوں میں مشترک نہ ہونی چاہیئے۔ کیونکہ یہ بات اِن دو آدمیوں میں جدائی ڈال دیگی۔ پھر ارشاد ہوا کہ ایک مرتبہ حضرت رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں ایک عورت کے ہاں دو بچے ہوئے تھے۔ اُس کے لواحقین نے آنحضرت صلعم سے دریافت کیا کہ ان کو کیوں کر علیحدہ علیحدہ کریں۔ حضور سوچنے لگے یہانتک کہ جناب جبرئیل علیہ السلام تشریف لائے اور عرض گزار ہوئے کہ یارسول اللہ حکم فرمائیے کہ ان دونوں بچوں کے سروں میں ایک کنگھی کرو۔ دونوں علیحدہ ہو جائیں گے۔ چنانچہ ایسا کیا گیا اور چند دنوں میں وہ علیحدہ ہو گئے۔

بعدازاں نماز باجماعت کی بابت باتیں ہونے لگیں۔ شیخ الاسلام رض نے نہایت تاکید سے ارشاد فرمایا کہ اگر دو شخص ہوں تب بھی جماعت ہی سے نماز ادا کرنی چاہیئے۔ اگرچہ دو آدمیوں کی جماعت پر جماعت کا حکم نہیں لگتا مگر ثواب جماعت ہی کا ملتا ہے۔

بعدہٗ حضرت رض نے یہ حکایت بیان فرمائی کہ ایک دفعہ میں لاہور کی طرف سفر کر رہا تھا کہ ایک عزیز صاحب نعمت سے ملاقات ہوگئی۔ انہوں نے کہا کہ خداوند تعالی کے ذکر سے چھ باتیں حاصل ہوتی ہیں۔ اوّل یہ کہ ایسی حالت میں پہنچ جاتا ہے کہ حضرت تعالی و تقدس کو چشم دل سے دیکھنے لگتا ہے۔ دوسرے یہ کہ خداوند تعالی اسے گناہوں سے باز رکھتا ہے۔ اور جو شخص ذکر کے وقت معاصی کا خیال نہ چھوڑے تو یہ اس امر کی علامت ہے کہ خداوند تعالی نے اسے دور رکھ دیا ہے۔ تیسرے یہ کہ جو شخص کثرت سے ذکرِ الٰہی کریگا خدا کی دوستی اُس کے دل میں مستحکم ہوگی۔ چوتھے جو خدا کا ذکر زیادہ کرتا ہے خدا اُس کو عزیز رکھتا ہے۔ پانچویں یہ کہ ذکر کرنے والا

دیو اور پری کے شر سے محفوظ ہو جاتا ہے۔ چھٹے یہ کہ خدا تعالیٰ قبر میں اُس کا مونس ہوتا ہے۔ پھر اسی مضمون کے مطابق فرمایا کہ کوئی ذکر کلام اللہ پڑھنے کے برابر نہیں ہے۔ اس کو تلاوت کرتے رہنا چاہیئے کہ اس کا ثمرہ تمام طاعتوں سے فاضل تر ہے۔

سورۂ مُلک کی فضیلت } اس کے بعد ارشاد ہوا۔ میں نے شیخ الاسلام قطب الدین بختیار اوشی رضی اللہ عنہ کی زبان مبارک سے سُنا ہے کہ حدیث شریف میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے وارد ہے کہ سورۂ مُلک کا نام توریت میں ماثور اور پارسی میں ماثورہ ہے۔ اور یہ سورہ عذاب قبر سے محفوظ رکھنے والی ہے۔ پھر فرمایا حدیث شریف میں مسطور ہے کہ جو شخص رات کو سورۂ یٰسین پڑھے اُسے ایسا ثواب ہوتا ہے کہ گویا اُس نے شب قدر پائی۔

ذکر اَللّٰہ کی فضیلت } پھر ارشاد کیا کہ بغداد میں ایک بزرگ اَللّٰہ اَللّٰہ بہت کہتے تھے۔ ایک روز راستے میں اُن کا گذر ہوا۔ اوپر ایک لکڑی اُن کے سر پر ایسی گری کہ اُن کا سر پھٹ گیا اور خون نکلنے لگا۔ سننے کی بات یہ ہے کہ جو قطرہ خون زمین پر گرتا تھا۔ اُس سے نقش اَللّٰہ بن جاتا تھا۔ واقعی یہ درست ہے کہ جو شخص جس کام میں مریگا اسی میں اس کا حشر ہوگا۔

دُعا کی فضیلت } بعدہٗ دُعا کے متعلق گفتگو شروع ہوئی۔ فرمایا میں نے فتاویٰ کبریٰ میں مرقوم دیکھا ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں لَیْسَ شَیْءٌ اَکْبَرُ عِنْدَ اللّٰہِ مِنَ الدُّعَاءِ۔ یعنی خداوند تعالیٰ کے نزدیک دُعا سے بڑھ کر کوئی چیز نہیں ہے۔ پھر ارشاد ہوا کہ حضرت شیخ الاسلام معین الدین سنجری رضی اللہ عنہ خواجہ عثمان ہارونی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ قوت القلوب میں لکھا ہے کہ اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ المُسْلِمِیْنَ فِی الدُّعَاءِ

یعنی خداوند تعالیٰ مسلمانوں کو دُعا کرنے کے وقت دوست رکھتا ہے۔

اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ ایک دفعہ میں، اور برادرم بہار الدین رض زکریا ملتانی رض ایک جگہ تھے کہ ایک اور بزرگ، صاحب نعمت بھی وہاں آپہنچے، اور ہم تینوں میں دعا کے بارے میں گفتگو ہونے لگی۔ اُن بزرگ نے فرمایا کہ جو شخص ان چار باتوں کا خیال کامل نہیں رکھتا اللہ بھی اُسے چار چیزوں سے محروم کر دیتا ہے (۱) زکوٰۃ (۲) صدقہ و قربانی (۳) نماز (۴) دُعا۔ ترک[۱] زکوٰۃ سے برکت جاتی رہتی ہے۔ ترک[۲] صدقے سے صحت بگڑنے لگتی ہے۔ ترک[۳] نماز سے مرتے وقت ایمان سلب ہو جاتا ہے (العیاذ باللہ) ترکِ دعا سے پھر دعا مستجاب نہیں ہوتی

سلامتی کا وظیفہ اس کے بعد ارشاد ہوا کہ بغداد میں ایک بزرگ کو شیر کے آگے ڈالا گیا تا کہ شیر اُنہیں ہلاک کر دے۔ مگر وہ سات روز تک اُس کے آگے پڑے رہے اور اس نے اُن کا بال بیکا نہ کیا۔ یہ سلامتی اُن کی اِس اسم باری تعالیٰ کے سبب سے تھی جو ہر وقت اُن کے پاس رہتا تھا۔ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ یَا دَائِمُ بِلَا فَنَاءٍ وَّیَا قَائِمُ بِلَا زَوَالٍ وَّیَا اَمِیْرُ بِلَا وَزِیْرٍ

یہ کہہ کر شیخ الاسلام چشم پُر آب ہو گئے اور بولے "تیرا دشمن یہی نفس امارہ اور ابلیس لعین ہے"۔ اسی اثنا میں اذان کی آواز آئی۔ شیخ الاسلام نماز میں مشغول ہوئے۔ اور خلق و دعا گو رخصت۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِکَ۔

۳۔ ماہ ذی الحجہ ۶۵۵ھ

ماہ ذی الحجہ کے اعمال و فضائل دولت پائے بوسی حاصل ہوئی۔ ماہِ ذی الحجہ کی فضیلت میں گفتگو ہو رہی تھی۔ ارشاد ہوا کہ شیخ الاسلام قطب الدین بختیار اوشی رضی اللہ عنہ کے اوراد میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ

کی روایت سے آیا ہے کہ دو رکعت نماز جو ذی الحجہ کی پہلی شب کو ادا کرے پہلی رکعت میں ایک بار سورۂ فاتحہ اور تین آیتیں سورۂ انعام کی۔ اور دوسری رکعت میں ایک بار سورۂ فاتحہ اور ایک بار قل یاایہاالکافرون پڑھے۔ خدا تعالےٰ اس کے نامۂ اعمال میں حج کرنے والوں کا ثواب ثبت فرمائے گا۔

اس کے بعد شیخ الاسلام نے فرمایا کہ ایک جوان فاسق کا انتقال ہوا جو نہایت گنہگار اور بڑا بدکردار تھا۔ لوگ متفکر ہوئے کہ خدا جانے اس کا تنگ و تاریک قبر میں کیا حال ہوگا۔ انہی ایام میں وہ کسی بزرگ کے خواب میں آیا۔ بزرگ نے پوچھا کہ کہو کیسی گذری۔ خدا کے ساتھ کیا معاملہ رہا؟ اس نے کہا کہ جب سب مجھے دفن کر کے واپس چلے گئے تو فرشتگان عذاب نمودار ہوئے کہ گرزوں سے میری خبر لیں۔ مگر فوراً حکم الٰہی پہنچا کہ نہیں ہم نے اس بندے کو بخشا اور اسے بہشت میں جگہ دی۔ یہ حج کرنے والوں میں سے ہے۔ فرشتے رک گئے اور حضرت بے نیاز میں عرض گزار ہوئے یہ شخص تو حد درجے کا فاسق و فاجر تھا۔ اس سے کونسی نیکی وجود میں آئی جو تو نے پسند کر لی۔ جواب ملا کہ ہاں حقیقت تو یہی ہے جو تم کہتے ہو لیکن اس نے ایک سال ماہ ذی الحجہ کی پہلی شب میں دو رکعت نماز ادا کی تھی اس لئے میں نے اس کے تمام معاصی کو نظر انداز کر دیا۔

بعد ازاں اسی محل میں فرمایا کہ وہب بن منبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ خداوند تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ہدیہ بھیجا۔ جبرئیلؑ وہ ہدیہ لیکر آئے اور کہنے لگے کہ اے موسیٰ جو شخص ذی الحجہ کے دس دنوں میں یہ کلمات پڑھے اس کو ایسا ثواب ہو گویا اس نے بارہ ہزار بار توریت کی تلاوت کی ہے۔ اور بارہ ہزار نیکیاں اس کے نامۂ اعمال میں لکھی جائیں اور بارہ ہزار گناہ اس کے معاف ہوں اور ایک ہزار فرشتے اس کے واسطے دعا کریں اور اس کا یہ عمل کل روئے زمین کے عملوں سے فاضل تر ہو۔

پھر ارشاد ہوا کہ میں نے شیخ الاسلام شہاب الدین سہروردی رض کی عوارف
میں بروایت فقیہ ابواللیث سمرقندی رض لکھا دیکھا ہے کہ یہ کلمات انجیل میں بھی
نازل ہوئے تھے۔ اور ان کی برکت سے نابینا بینا ہو کر دیکھنے لگتا تھا کہ آسمان
سے نور اتر رہا ہے۔ اس کے بعد شیخ الاسلام نے فرمایا کہ جو شخص ان کلمات کی
حرمت و تعظیم کا خیال رکھیگا وہ ان کے اثر کو انشاء اللہ تعالیٰ ضرور دیکھے گا۔
اوّل روز سو مرتبہ پڑھے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ لَہُ الْمُلْکُ
وَلَہُ الْحَمْدُ یُحْیِیْ وَیُمِیْتُ وَھُوَ حَیٌّ لَّا یَمُوْتُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ
دوسرے روز سو مرتبہ کہے اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ
اِلٰھًا وَّاحِدًا اَحَدًا صَمَدًا فَرْدًا وِّتْرًا لَّمْ یَتَّخِذْ صَاحِبَۃً وَّلَا وَلَدًا ۔
تیسرے روز پڑھے اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ اَحَدًا
صَمَدًا لَّمْ یَلِدْ وَلَمْ یُوْلَدْ وَلَمْ یَکُنْ لَّہٗ کُفُوًا اَحَدٌ ۔ چوتھے روز سو مرتبہ
پڑھے اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ لَہُ الْمُلْکُ وَ
لَہُ الْحَمْدُ یُحْیِیْ وَیُمِیْتُ وَھُوَ حَیٌّ لَّا یَمُوْتُ بِیَدِہِ الْخَیْرُ وَھُوَ عَلٰی
کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ۔ پانچویں روز سو مرتبہ پڑھے حَسْبِیَ اللّٰہُ وَکَفٰی وَسَمِعَ اللّٰہُ
لِمَنْ دَعَا وَلَیْسَ وَرَآءَہُ الْمُنْتَھٰی سُبْحَانَ مَنْ لَّمْ یَزَلْ کَرِیْمًا وَّلَا یَزَالُ
رَحِیْمًا۔ چھٹے روز وہی روز اوّل کا وظیفہ اور ساتویں دن روز دوم کا وظیفہ
اور آٹھویں دن روز سوم کا اور نویں دن روز چہارم کا اور دسویں دن روز پنجم کا
پھر ارشاد ہوا کہ عشرہ ذی الحجہ میں وتروں کے بعد اور سونے سے پہلے دو
رکعت نماز ادا کرے۔ ہر رکعت میں فاتحہ اور اِنَّآ اَعْطَیْنٰکَ ایک ایک دفعہ ہو
تو خداوند تعالیٰ اس کو اس قدر ثواب عنایت فرمائیگا جس کا اندازہ سوائے
اس کے کوئی نہیں کر سکتا۔ اس نماز کے پڑھنے والے کو موت نہیں آتی جب تک

وہ جنت میں اپنی جگہ اپنی آنکھ سے نہیں دیکھ لیتا۔

اس کے بعد اسی مضمون کے موافق فرمایا کہ شیخ الاسلام نے شیخ سعد الدین حمویہ کو خواب میں دیکھ کر پوچھا کہ کیا حال ہے؟ شیخ نے کہا خدا تعالیٰ نے مجھے بخش دیا اور ہر ہر طاعت کا بدلہ اس کے اندازے سے عطا کیا۔ مگر ان دو رکعتوں کا اجر جو میں عشرہ ذی الحجہ میں پڑھا کرتا تھا بے اندازہ دیا۔

بعد ازاں فرمایا کہ اس عشرے کے اندر جو شب جمعہ اور روز جمعہ آئے تو اس میں چھ رکعتیں ادا کرنی چاہئیں۔ ہر رکعت میں فاتحہ ایک بار اور اخلاص ۱۵ بار۔ اور پھر سلام پھیر کر درود شریف اور یہ کلمات پڑھے لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ الْمَلِکُ الْحَقُّ الْمُبِیْنُ۔ حق تعالیٰ اس کے بدلے انسان کو اس قدر ثواب دیتا ہے کہ جس کی انتہا نہیں۔ چوبیس ہزار پیغمبروں کا ثواب اور سال آئندہ کے اختتام تک کوئی گناہ نہیں لکھا جاتا۔ اس کے بعد ارشاد ہوا کہ میرے دوستوں میں سے ایک شخص نہایت صالح اور صاحب نعمت تھے اور یہ نماز پڑھا کرتے تھے۔ اُن کے انتقال کے بعد میں نے اُنہیں خواب میں دیکھا اور دریافت کیا کہ کہو کیسی گزری؟ کہنے لگے کہ شیخ الاسلام معین الدین سنجری رضی اللہ عنہ کے اوراد میں لکھا دیکھا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص عشرہ ذی الحجہ میں سورۃ والفجر پڑھے گا خدا تعالیٰ اُسے آتش دوزخ سے محفوظ رکھے گا۔

پھر اسی محل میں فرمایا کہ حضرت شیخ الاسلام معین الدین سنجری رضی اللہ عنہ کو اُن کے انتقال کے بعد خواب میں دیکھا گیا کہ کہتے ہیں۔ موت قبر اور منکر و نکیر کے سب مرحلے بفضلہ آسان ہو گئے۔ مگر جب میں عرش کے نیچے پہنچا اور سجدے میں گر پڑا تو ندا آئی کہ معین الدین سر اٹھا اور بول کہ تو اس قدر خائف کیوں رہتا تھا؟ عرض کیا کہ تیری جباری اور قہاری کے ڈر سے

فرمان ہوا جو آدمی ہمارے کام میں لگ جائے ہم اُس کے کام میں لگ جاتے ہیں۔ اور جو عشرہٗ ذی الحجہ میں سورۃ والفجر بھی پڑھے اُسے خوف اور ڈر سے کیا کام۔ جا تجھے بخش دیا گیا۔

اس کے بعد ارشاد ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص دن کو چھ رکعت نماز ادا کرے اور پہلی رکعت میں فاتحہ کے بعد ایک بار والعصر اور دوسری میں ایک بار لایلٰف اور تیسری میں ایک بار اخلاص اور چوتھی میں ایک بار اذا جاء نصر اللہ پڑھے اور سلام پھیر کر دو رکعت اور ادا کرے اور ہر رکعت میں تین دفعہ اخلاص پڑھے تو اس کا ثواب اتنا ہے کہ تمام خلائق مل کر بیان کرنا چاہے تو نہ بیان کر سکے۔

پھر ارشاد ہوا کہ جو شخص عرفہٗ ذی الحجہ کی شب میں دو رکعت نماز پڑھے اور ہر رکعت میں سورۃ فاتحہ کے بعد آیۃ الکرسی تنو تنو بار تلاوت کرے۔ ہزار حجوں کا ثواب اُس کے نامۂ اعمال میں لکھا جائے۔

بعد ازاں فرمایا کہ ایک دفعہ میں حضرت شیخ الاسلام معین الدین سنجری رض کے روضۂ مبارک میں معتکف تھا کہ ماہ ذی الحجہ آ گیا۔ میں نے عرفے کی شب میں نماز ادا کی اور روضۂ مطہرہ کے پاس بیٹھ کر کلام مجید پڑھنے لگا۔ تھوڑی رات گذری ہو گی میں پندرھویں پارے پر پہنچ گیا۔ لیکن غلطی سے بیچ میں سورۃ کہف یا سورۃ مریم کا کوئی حرف زبان سے ادا نہیں ہوا۔ مخدوم کے روضۂ پاک سے آواز آئی کہ اس رہے ہوئے حرف کو پھر پڑھو۔ میں نے اعادہ کیا۔ فرمایا خوب پڑھتے ہو۔ فرزند خلف کو ایسا ہی ہونا چاہئے۔ جب سارا قرآن پاک ختم کر چکا تو میں نے اپنا سر پائین روضۂ مبارک پہ رکھا۔ اور رو رو کر کہنا شروع کیا کہ مجھے معلوم نہیں کہ میرا کس گروہ میں شمار ہے۔ ندا آئی کہ مولانا جو شخص یہ نماز

(مذکورۂ بالا) ادا کرے وہ یقیناً جنتی ہے۔ میں نے فوراً مزار کو چوم لیا اور سمجھا کہ میں کچھ ہوں تو یہی اور میری خاطر جمعی ہوگئی۔

اس کے بعد ارشاد ہوا کہ جو شخص عرفے کے روز ظہر و عصر کے درمیان چار رکعت نماز ادا کرے اور ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ کے ساتھ سورۂ اخلاص پچاس دفعہ پڑھے تو اس کی دعا ضرور مستجاب ہوگی۔

پھر فرمایا کہ عرفے کے روز سو مرتبہ پڑھنا چاہیے۔ بِسْمِ اللّٰہِ مَا شَاءَ اللّٰہُ لَا یُوْتِیْ الْخَیْرَ اِلَّا اللّٰہُ مَا شَاءَ اللّٰہُ اَلْخَیْرُ کُلُّہٗ بِیَدِ اللّٰہِ بِسْمِ اللّٰہِ مَا شَاءَ اللّٰہُ لَا یَصْرِفُ السُّوْءَ اِلَّا اللّٰہُ بِسْمِ اللّٰہِ مَا شَاءَ اللّٰہُ مَا بِنَا مِنْ نِّعْمَۃٍ فَمِنَ اللّٰہِ بِسْمِ اللّٰہِ مَا شَاءَ اللّٰہُ لَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ

حضرت رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے وارد ہے کہ جو شخص عرفے کے روز غروب آفتاب سے پہلے ان کلمات کو پڑھتا ہے خدا تعالیٰ اس سے خطاب کرتا ہے کہ اے بندے! تو نے مجھ کو خوش کیا۔ اب تو جو چاہے مجھ سے مانگ۔ اور جو شخص ان کلمات کو سوتے یا جاگتے وقت پڑھے وہ شیطان سے محفوظ ہو جاتا ہے اور تمام بلائیں اس سے دور رہتی ہیں۔

بعد ازاں فرمایا کہ عید الضحیٰ کی رات میں بھی بارہ رکعتیں پڑھنی آئی ہیں۔ ہر رکعت میں فاتحہ ایک بار اور اخلاص پانچ بار ان کا ثواب بہت ہے۔

بعد ازاں فرمایا کہ عید الضحیٰ کے روز جب خطبے سے فارغ ہو چکے چار رکعت نماز ادا کرے پہلی رکعت میں بعد فاتحہ الم نشرح ایک بار۔ اور دوسری میں بعد فاتحہ والمرسلات ایک بار۔ تیسری میں بعد فاتحہ والضحیٰ ایک بار۔ چوتھی میں بعد فاتحہ اخلاص ایک بار۔

پھر فرمایا شیخ الاسلام شیخ شہاب الدین سہروردیؒ کے اوراد میں آنحضرت

صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے کہ جو شخص نماز عید الضحیٰ کے بعد اپنے گھر میں آکر دو رکعت اور پڑھے اور ہر رکعت میں بعد فاتحہ سورہ والمرسلات پانچ پانچ بار تلاوت کرے۔ اُسے حج۔ عمرہ اور وما طواف کا ثواب ملیگا اور اس کے مال میں برکت ہوگی۔ اس کے بعد ارشاد ہوا کہ میں نے شیخ الاسلام شیخ عثمان ہارونی رحمۃ کے اوراد میں مرقوم دیکھا ہے کہ جو شخص ماہ ذی الحجہ کے آخری روز جو سال ہجری کا بھی یوم الآخر ہے یہ دعا پڑھے حق تعالیٰ تمام سال اُسے اپنی حفظ و امان میں رکھیگا

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ اَللّٰھُمَّ مَا عَمِلْتُ مِنْ عَمَلٍ فِیْ ھٰذِہِ السَّنَۃِ مِمَّا نَھَیْتَنِیْ عَنْہُ وَلَمْ تَرْضَہٗ وَنَسِیْتُہٗ وَلَمْ تَنْسَہٗ وَحَلِمْتَ عَنِّیْ بَعْدَ قُدْرَتِکَ عَلٰی عُقُوْبَتِیْ وَدَعَوْتَنِیْ اِلَی التَّوْبَۃِ بَعْدَ جَرَاءَتِیْ عَلَیْکَ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْتَغْفِرُکَ فِیْھَا یَا غَفُوْرُ فَاغْفِرْ لِیْ وَمَا عَمِلْتُ مِنْ عَمَلٍ تَرْضَاہُ مِنِّیْ وَوَعَدْتَنِی الثَّوَابَ فَتَقَبَّلْہُ مِنِّیْ وَلَا تَقْطَعْ رَجَائِیْ یَا عَظِیْمَ الرَّجَاءِ۔ اَللّٰھُمَّ ارْزُقْنِیْ خَیْرَ ھٰذِہِ السَّنَۃِ وَمَا فِیْھَا بِرَحْمَتِکَ یَا اَرْحَمَ الرّٰحِمِیْنَ ۵

پھر فرمایا کہ برادرم شیخ بہاء الدین زکریا ملتانی قدس اللہ سرہٗ نے یہ روایت نقل کی ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ جو شخص آخر ماہ ذی الحجہ میں دو رکعت نماز ادا کرے اور ہر رکعت میں فاتحہ ایک بار اور کچھ قرآن شریف اور سلام کے بعد مذکورہ بالا دعا پڑھے تو اللہ تعالیٰ اُس کے سال بھر کے گناہ بخش دیتا ہے اور اُسے بھی بخشدیتا ہے۔ شیخ الاسلام یہ فوائد بیان فرما رہے تھے کہ اذان ہوگئی۔ خواجہ نماز میں مشغول ہوئے اور خلق دعاگو واپس۔ الحمد للہ علیٰ ذالک ؛

۷ ماہ ذی الحجہ ۶۵۵ھ ہجری

مذہب امام اعظم رح } دولت پائے بوسی میسّر آئی۔ مذہب کی بابت گفتگو ہو رہی تھی

ارشاد فرمایا کہ اول مذہب امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ کا۔ دوسرا امام شافعی رحمۃ کا تیسرا امام مالک رضی کا اور چوتھا امام احمد حنبل رضی کا۔ لوگوں کو چاہیئے کہ ان میں سے کسی پر شک نہ کریں۔ لیکن یہ یقین رکھیں کہ امام اعظم کا مذہب فاضل تر ہے اور باقی مذاہب اس کے بعد۔ کیونکہ پہلا مذہب امام اعظم رضی کا ہے اَلْفَضْلُ لِلْمُتَقَدِّمِ مشہور بات ہے۔

اس کے بعد فرمایا کہ فتاویٰ ظہیری کے باب خاتم میں اس کے مصنف نے یہ حکایت لکھی ہے کہ امام المسلمین امام ابو حنیفہ کوفی رضی اللہ عنہ نے جب آخری حج کیا تو اُن کے دل میں خیال گذرا کہ بس اب شاید پھر یہاں کی زیارت نصیب نہ ہوگی۔ اس لئے خانہ کعبے کے دربانوں سے درخواست کی کہ دروازے کھولدو تاکہ میں اندر جاکر ایک شب عبادت الٰہی کرلوں۔ دربانوں نے جواب دیا کہ یہ نئی بات ہوگی۔ تم سے پہلے کسی نے ایسا نہیں کیا۔ لیکن چونکہ بلحاظ علم و فضل تمہارا درجہ بہت عالی ہے اور دنیا تمہاری اقتدار کرتی ہے۔ لہذا تمہارے مدعا کو پورا کردیا جائیگا۔ چنانچہ امام صاحب رضی کو اندر جانے دیا گیا اور امام صاحب رضی نے اندر دوستونوں کے ساتھ کھڑے ہوکر دو رکعت نماز کی نیت باندھی اور دائیں پیر پر بایاں پیر رکھ کر آدھا قرآن پڑھ ڈالا۔ اور پھر بائیں پیر پر دایاں پیر رکھ کر باقی ختم کردیا۔ اور سلام پھیر کر مناجات کی "الٰہ العالمین! جو تیری عبادت کا حق ہے وہ میں نہ ادا کرسکا اور نہ میں نے پہچاننے کی طرح تجھے پہچانا تو مجھ ناچیز کے نقائص خدمت کو نظر انداز فرمادے"۔ ہاتف نے آواز دی کہ نہیں ابو حنیفہ تو نے ہمیں خوب پہچانا۔ اور ہماری کافی خدمت بجالایا۔ ہم تجھے بخشتے ہیں اور اُن لوگوں کو بھی جو قیامت تک تیری پیروی کرینگے۔ اس قدر بیان کرنے کے بعد شیخ الاسلام رضی نے فرمایا الحمد للہ کہ ہم انھیں کے مذہب میں ہیں۔

پھر ارشاد ہوا کہ امام اسمٰعیل بخاری کہتے ہیں کہ میں نے محمد بن حسن شیبانی رح کو خواب میں دیکھا اور اُن سے پوچھا کہ مرنے کے بعد کیا کیا گزری؟ امام محمد رح نے جواب دیا کہ خدا نے یہ کہہ کر میری مغفرت کر دی کہ اگر میں چاہتا تو تجھے عذاب دیتا۔ پر تو علم کی اشاعت کیا کرتا تھا۔ اس لئے تیری بخشش کی گئی۔ امام بخاری رح نے سوال کیا کہ اچھا ابو یوسف قاضی رح کہاں ہیں؟ کہا درمیان ارض وسما میں۔ پوچھا اور امام ابو حنیفہ رح؟ کہا وہ تو علیین میں پہنچے۔

پھر فرق مذاہب میں گفتگو ہونے لگی کہ بہتر کون ہے؟ شیخ الاسلام نے چشم پُر آب کی اور فرمایا کہ میں امام اعظم رض کا نام دان کی عظمت و بزرگی کے سبب) نہیں لے سکتا۔ مگر اُن کے ایک شاگرد تھے "امام محمد شیبانی" جب وہ سوار ہوتے تھے تو امام شافعی رض اُن کی رکاب پکڑتے تھے۔ پس یہیں سے مذاہب کا فرق ظاہر ہو گیا کہ امام شافعی رض امام اعظم رض کے شاگرد کے شاگرد تھے۔

اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ ایک دفعہ قاضی حمید الدین ناگوری رض اور شیخ قطب الدین بختیار اوشی رض اور شیخ جمال الدین تبریزی رض اور شیخ بدر الدین غزنوی قدس اللہ اسرارہم جامع مسجد دہلی میں معتکف ہوئے اور سب نے رو د قرآن شریف کے دو دو ختم کرنے کا عزم بالجزم کیا۔ پھر ایک شب مل کر صلاح کی کہ اگر ہو سکے تو ایک پیر سے کھڑے ہو کر خدا کی عبادت کریں۔ یہ تجویز باتفاق کل منظور ہوئی۔ قاضی حمید الدین رح امام بنے اور باقیوں نے اُن کا اقتدا کیا۔ قاضی حمید الدین رض نے پہلی رکعت میں ایک قرآن اور چار پارے پڑھے۔ اور دوسری میں ایک اور ختم کر کے سلام پھیرا۔ اور دُعا کی کہ خداوندا! جیسی کہ تیری عبادت کرنی چاہیے تھی ویسی ہم نے نہیں کی لیکن تو اپنی رحمت سے ہمیں بخش دے۔ آواز آئی کہ تم سب بخشے گئے۔ اور جو تمہارا مطلب ہے

وہ پورا ہوا۔ اس کے بعد یہ بزرگ وہاں سے متفرق ہو گئے اور جدھر جس کا منہ اٹھا اُدھر چل دیا۔

مذہب کا شجرہ } بعد ازاں ذکر فرمایا کہ جس طرح مرید کو اپنے پیر کے شجرہ کی واقفیت ضروری ہے۔ اسی طرح اپنے مذہب کا شجرہ یاد رکھنا چاہئے کہ کیونکہ حضرت الوہیت تک پہنچتا ہے۔ پھر شیخ الاسلام رض نے فرمایا اگر کوئی پوچھے کہ تم کس کے مذہب میں ہو؟ تو کہو کہ امام اعظم ابو حنیفہ کوفی رضی اللہ عنہ کے مذہب میں۔ اور امام ابو حنیفہ امام ابراہیم علقمہ رض کے مذہب میں تھے۔ اور وہ امام ابراہیم نخعی رض کے مذہب میں۔ اور وہ عبداللہ بن مسعود رض کے مذہب میں اور وہ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مذہب میں۔ اور وہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ ع کے مذہب میں۔ اور وہ نوح علیہ السلام کے مذہب میں۔ اور وہ شیث علیہ السلام کے مذہب میں۔ اور وہ آدم علیہ السلام کے مذہب میں۔ اور وہ جبرئیل علیہ السلام کے مذہب میں۔ اور وہ میکائیل علیہ السلام کے مذہب میں اور وہ اسرافیل علیہ السلام کے مذہب میں اور وہ عزرائیل علیہ السلام کے مذہب میں اور وہ حضرت احدیت صمدیت کے مذہب میں۔ اور اس مقام کو بجز خداوند تعالیٰ کے اور کوئی نہیں جانتا

ادعیہ ماثورہ } بعد ازاں ادعیہ ماثورہ اور آیات قرآنی پر گفتگو چھڑ گئی۔ فرمایا کہ کسی گھر کو دعا اور آیات قرآنی سے خالی نہ رہنا چاہئے

تہجد کی نماز } پھر ارشاد ہوا کہ تہجد کی نماز حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر فرض تھی اور لوگوں کے لئے سنت ہے۔ تہجد سحر کے وقت کی آٹھ رکعتوں کا نام ہے۔ جو سورت یاد ہو اُن میں پڑھے کچھ تعین نہیں ہے مگر یہ خیال رہے کہ قرأت دراز ہو۔ کیونکہ یہ آنحضرت صلعم کا معمول تھا۔ اس کے بعد

مناسب حال فرمایا کہ ایک بہت بڑے بزرگ تھے جن کا شیخ قطب الدین نام تھا۔ ایک رمضان کی نماز تہجد فوت ہوگئی۔ دن چڑھتے ہی معلوم ہوا کہ زانو میں درد ہے۔ باعث سوچا تو غیب سے ندا آئی کہ نماز تہجد چھوٹنے کا بدلہ ہے۔

شیطان سے بچنے کا عمل پھر ارشاد ہوا کہ شیخ معین الدین قدس سرہ کے اوراد میں لکھا ہے کہ عبداللہ بن مسعود رض روایت کرتے ہیں جو شخص دن کے وقت سورۂ بقر کی دس آیتیں اس ترتیب سے پڑھے کہ چار آیتیں آیۃ الکرسی سے اول کی اور چار آیتیں آیۃ الکرسی کے بعد کی اور دو آیتیں آخر کی۔ تو اس کے گھر میں دن کو شیطان نہیں آئیگا۔ اور جو شخص رات کو پڑھے تو اس کے گھر میں رات کو نہیں آئے گا۔

محتاجی دور ہونے کا وظیفہ پھر فرمایا جو شخص فقر میں مبتلا ہو جائے تو لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْم کے ورد رکھنے سے اس کی حالت درست ہو سکتی ہے۔ اس کے بعد ارشاد ہوا: ایک روز میں شیخ الاسلام رح قطب الدین بختیار اوشی رح کی خدمت میں حاضر تھا کہ ایک شخص نے آکر حضور رض کی قدمبوسی کی۔ فرمایا کہ بیٹھ جاؤ۔ وہ بیٹھ گیا۔ اور کہنے لگا کہ معاش کی تنگی میں گرفتار ہوں۔ ارشاد کیا کہ یہ کلمہ نہیں پڑھتے لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْم ہ اس نے عرض کی جی ہاں یہ تو نہیں پڑھتا۔ حضرت رض نے فرمایا کہ رسالتمآب صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے روایت ہے کہ جو شخص اسے بکثرت پڑھیگا خدا تعالیٰ اُسے محتاجی سے محفوظ رکھے گا۔

پھر ارشاد ہوا کہ میں نے بقیۃ المجتہدین سمرقندی رح کی کتاب میں دیکھا۔ وہ لکھتے ہیں کہ مجھے چار گروہوں پر تعجب آتا ہے جو چار چیزوں سے غافل رہتے ہیں۔

غم دور کرنے کا وظیفہ (۱) جو غم میں مبتلا ہوں اور اس آیت کو نہ پڑھیں

لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحَانَكَ اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ ہ کیونکہ خداوند تعالیٰ نے فرمایا ہے فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ وَ نَجَّیْنٰهُ مِنَ الْغَمِّ وَ كَذٰلِكَ نُـْۨجِی الْمُؤْمِنِیْنَ ہ اس کے بعد اسی سلسلے میں فرمایا کہ جب حضرت ایوب علیہ السلام بیمار ہوئے اور اُن کے جسم کے اندر کیڑے پڑ گئے اور چالیس سال تک اسی زحمت میں پڑے رہے تو حضرت ؑ نے دعا کی۔ جواب ملا کہ یہ کلمہ بکثرت پڑھو لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحَانَكَ اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ ہ چند ہی روز اس کی پابندی کی تھی کہ خدا تعالیٰ نے اُنہیں بیماری کی بلا سے نجات دی۔ پھر فرمایا کہ ایک دفعہ ایک جوان کو ہارون رشید نے کسی خطا پر قید کر دیا اور اُس کے ہلاک کرنے کی فکر میں تھا کہ کوئی بزرگ بروقت پہنچ گئے اور اُس جوان کو یہی آیت تعلیم کر کے چل دیے۔ جوان نے تھوڑے ہی دن اُسکو پڑھا تھا کہ قید سے رہائی پائی۔ اور خلعت خاص سے مشرف ہوا۔

ڈر کے دُور ہونے کا وظیفہ (۴) مجھکو اُن لوگوں پر تعجب آتا ہے جو کسی سے ڈرتے ہیں اور حَسْبِیَ اللّٰهُ وَ نِعْمَ الْوَكِیْلُ نہیں پڑھتے۔ کیونکہ خدا تعالیٰ کلام مجید میں فرماتا ہے۔ فَانْقَلَبُوْا بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَ فَضْلٍ لَّمْ یَمْسَسْهُمْ سُوْٓءٌ۔ پھر اسی کے متعلق حکایت فرمائی کہ ایک بادشاہ تھا بڑا ظالم۔ اُس کے سر میں یہ ہوا بھری کہ خدائی کا دعوٰی کروں۔ ایک دن اُس نے اپنے مشیروں سے پوچھا کہ اس کی کیا ترکیب کرنی چاہیئے۔ ایک وزیر مکار آگے بڑھا اور کہنے لگا کہ شہر میں جتنے پڑھے لکھے مولوی مُلّا ہیں سب کو قتل کرا دیجئے۔ جب وہ نہ رہینگے تو کوئی اسلام کا نام بھی نہ لیگا۔ اور جو حضور چاہینگے ہو جائے گا۔ بادشاہ نے ایسا ہی کیا اور پھر کے پوچھا "اب ؟" بولا "کاتبوں کو بھی مروا دیجئے تاکہ کُل لکھنا پڑھنا ہی موقوف ہو جائے"۔ اس کی بھی تعمیل کی گئی۔ اور مسلمان

گمراہی میں پڑنے لگے۔ المختصر ان کاتبوں میں ایک بزرگ بھی گرفتار ہوئے
جو حضرت خواجہ حسن بصریؓ کے نواسوں میں سے تھے۔ ان کو دیکھتے ہی بادشاہ تخت
سے نیچے اُتر آیا اور بڑی معذرت کے ساتھ اُن کو رہا کر دیا اور خلعت خاص دیا۔
اور جب وہ بزرگ چلے گئے تو حاضرین سے مخاطب ہو کر بولا کہ جب یہ میرے سامنے
آئے تو میں نے دیکھا کہ ان کے دائیں بائیں دو عظیم الشان اژدہے منہ کھولے ہوئے
کھڑے ہیں اور آگ کے شعلے نکال رہے ہیں۔ اور مجھ سے کہتے ہیں کہ انہیں
چھوڑ دے ورنہ ہم تجھے زندہ نگل جائیںگے۔ پھر لوگوں نے ان بزرگ سے پوچھا کہ
آپکی کیوں کر بریت ہو گئی۔ انہوں نے فرمایا۔ میں اکثر یہ پڑھا کرتا ہوں حَسْبِیَ
اللّٰہُ وَنِعْمَ الْوَکِیْلُ نِعْمَ الْمَوْلٰی وَنِعْمَ النَّصِیْرُ ۔ پس جو شخص ان کلمات
کا ورد رکھے گا۔ اُسے کوئی کچھ نہیں کہہ سکتا۔

دشمن کے مکر سے بچنے کا وظیفہ {(۳) بعد ازاں شیخ الاسلامؒ نے ارشاد
کیا کہ نیز مجھے ان آدمیوں پر تعجب آتا ہے جو کسی کے مکر سے ڈرتے ہیں اور یہ آیت
نہیں پڑھتے اُفَوِّضُ اَمْرِیْٓ اِلَی اللّٰہِ ؕ اِنَّ اللّٰہَ بَصِیْرٌۢ بِالْعِبَادِ ۔ کیونکہ ارشاد
باری ہے فَوَقٰىهُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِ مَا مَكَرُوْا ۔ پھر شیخ الاسلامؒ نے فرمایا کہ حضرت
خواجہ حسن بصری رضی اللہ عنہ جس وقت حجاج بن یوسف کے پاس تشریف لیجاتے تھے
تو یہی آیت پڑھا کرتے تھے۔ اور حجاج بن یوسف کہا کرتا تھا کہ میں جس قدر حسن
بصری رضؓ سے ڈرتا ہوں اور کسی سے نہیں ڈرتا۔ جب وہ تشریف لاتے ہیں
میرے تمام اعضاء میں لرزہ پیدا ہو جاتا ہے۔ اور مجھے دو شیر ان کے ساتھ آتے
معلوم ہوتے ہیں جو مجھکو زندہ ذرہ کرنا چاہتے ہیں۔

جنت حاصل کرنے کا عمل {(۴) اس کے بعد ارشاد ہوا کہ جو تھے مجھے اُن لوگوں
پر تعجب آتا ہے جو بہشت کے مشتاق ہیں اور یہ نہیں پڑھتے مَا شَآءَ اللّٰہُ لَا قُوَّۃَ

اِلَّا بِاللہِ۔ کیونکہ اللہ فرماتا ہے کہ فَعَسٰے رَبِّیْ اَنْ یُّؤْتِیَنِ خَیْرًا مِّنْ جَنَّتِکَ
پھر فرمایا کہ میں نے آثارِ تابعین میں پڑھا ہے کہ ایک جوان ازحد فاسق ہمیشہ گناہوں
میں مبتلا رہتا تھا مگر سوتے وقت اس کلمے کو بہت پڑھتا تھا۔ جب وہ مرا تو لوگوں نے اسکو
خواب میں بہشت کے اندر پھرتے دیکھا۔ دریافت کیا تو راز کھلا کہ کلمۂ مذکورہ بالا کے
صدقے میں نجات ملی۔

عذابِ قبر کی آسانی کا وظیفہ } بعد ازاں قبر کے خوف اور منکر نکیر کی ہیبت
کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ ارشاد ہوا کہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے
ایک شخص نے کہا کہ میں تمہیں ایک بات بتاتا ہوں۔ اگر ایسے کروگے تو منکر نکیر سے
خوف نہ کھاؤ گے۔ شبِ جمعہ میں دو رکعت نماز ادا کیا کرو۔ ہر رکعت میں سورہ
فاتحہ ایک بار اور سورۂ اخلاص پچاس پچاس بار۔ اس کے بعد فرمایا کہ وہ اس کے
عامل تھے۔ شرح اولیاء میں لکھا ہے کہ ان کے انتقال کے بعد کسی نے انہیں خواب
میں دیکھ کر پوچھا کہ کہو منکر نکیر سے کیا معاملہ رہا؟ انہوں نے جواب دیا کہ پہلے تو
مجھپر ان کی بڑی ہیبت چھائی اور انہوں نے میرے ایک گُرز بھی مارا مگر آخر
حکم آیا کہ اس بندے کو چھوڑ دو۔ اس کے بعد ارشاد ہوا کہ ایک شخص نے حضرت
عبداللہ بن عباسؓ سے دریافت کیا کہ آپ کے پاس فشطے تنگی کے واسطے بھی کوئی چیز
ہے؟ فرمایا۔ ہاں۔ جو شبِ جمعے میں دو رکعت نماز پڑھے گا۔ ہر رکعت میں الحمد کے
بعد اِذَا زُلْزِلَتِ الْاَرْضُ پندرہ بار پڑھیگا وہ اس مصیبت سے محفوظ رہیگا۔

پھر فرمایا کہ ایک مرتبہ میں شیخ الاسلام قطب الدین بختیار اوشی رحؒ کی خدمت میں
حاضر تھا اور بہت سے مشائخ کبار بھی موجود تھے کہ خوف قبر کی گفتگو چھڑ گئی۔ مولانا
شہاب الدینؒ نے کہا کہ جو شخص یہ اوراد اپنی کتاب میں لکھ لے اور ان کا ورد
رکھے وہ قبر کے عذاب سے مامون رہیگا۔ سورۂ واقعہ۔ سورۂ مزمل۔ سورۂ والشمس

اور واللیل اور الم نشرح۔

اس کے بعد ایک دوسرے درویش نے فرمایا کہ ایک بزرگ کا انتقال ہوا جو خاندان چشت سے تعلق رکھتے تھے جب اُن کو سپرد زمین کر چکے تو اسی وقت فرشتے نازل ہوئے اور اُن سے سوالات کرنے لگے۔ درویش نے خوب جواب دیئے یہاں تک کہ اُن کی قبر منور ہو گئی۔ کسی نے انہیں خواب میں دیکھ کر پوچھا کیا حال ہے؟ بولے۔ میری حق تعالیٰ نے مغفرت کر دی اور نہایت مہربانی فرمائی اور ارشاد کیا کہ ہم نے تجھکو اس دعا کے سبب بخشا ہے

فراخی رزق کا وظیفہ بعد ازاں شیخ الاسلام نے فرمایا کہ احادیث میں مسطور ہے جو شخص فرض کے بعد تین بار سورۂ اخلاص اور تین بار درود اور اس کے بعد ایک بار یہ آیت وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا وَّيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ ط اِنَّ اللّٰهَ بَالِغُ اَمْرِهٖ قَدْ جَعَلَ اللّٰهُ لِكُلِّ شَيْءٍ قَدْرًا ۝ پڑھے گا۔ اللہ تعالیٰ اُسے تین نعمتیں عطا فرمائے گا:۔ (۱) درازی عمر (۲) مالِ بسیار (۳) برخورداری کہ بے حساب جنت میں داخل ہوگا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔ شیخ الاسلامؒ یہ بیان فرما رہے تھے کہ اذان ہو گئی شیخ الاسلامؒ نماز میں مشغول ہو گئے اور خلق و دعاگو رخصت ہوئے۔ الحمد للہ علیٰ ذالک

۲۰ ماہ ذی الحجہ ۶۵۵ھ

حضرت بابا صاحبؒ کی دعا۔ سعادت قدمبوسی حاصل ہوئی۔ چاشت کا وقت تھا۔ اور حضرتؒ جماعت خانے میں تشریف رکھتے تھے۔ ایک گروہ مسافروں کا حاضر ہوا۔ حضرتؒ نے سب کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ میں نے خدا سے دعا کی ہے کہ مولانا نظام الدینؒ جو کچھ تجھ سے چاہیں پائیں۔

درود شریف کی فضیلت } اس کے بعد درود شریف کے بارے میں گفتگو ہونے لگی - ارشاد ہوا کہ آثار مشائخ میں لکھا ہے اور میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے کہ جو شخص ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود پڑھتا ہے وہ گناہوں سے ایسا پاک ہوجاتا ہے جیسے کبھی گناہ کیا ہی نہیں - اور ایک لاکھ نیکیاں اُس کے نامۂ اعمال میں لکھی جاتی ہیں اور اُس کا شمار اولیاء اللہ میں ہوتا ہے - پھر فرمایا کہ صحابہ وتابعین اور مشائخ طبقات نے درود شریف کا وظیفہ مقرر کیا تھا - اگر کسی دن اُن کا یہ وظیفہ فوت ہوجاتا تو وہ اپنے تئیں مُردہ سمجھتے اور ماتم کرتے کہ آج کی رات ہم مرگئے تھے - اگر زندہ ہوتے تو سرور کائنات پر درود بھیجتے - اس کے بعد ارشاد کیا کہ ایک مرتبہ خواجہ یحییٰ بن معاذ رازیؒ کا وظیفہ درود فوت ہوگیا - اور وہ تین ہزار بار درود شریف پڑھا کرتے تھے خیر جب وہ صبح اٹھے تو اس طرح ماتم میں مشغول ہوئے کہ گویا سچ مچ کوئی مرگیا لوگ آتے تھے اور استفسار حال کرتے تھے - الحاصل یحییٰ بن معاذؒ اسی کیفیت میں مبتلا تھے کہ ہاتف نے آواز دی کہ یحییٰ! جتنا ہمیں تجھے درود پڑھنے کا ثواب دیتا اُس سے تلو گنا اب دیا گیا - اور تیرا نام درود پڑھنے والوں میں آج بھی لکھ لیا ہے - اس موقع پر شیخ الاسلام چشم پُرآب ہوئے اور یہ حکایت فرمانے لگے کہ ایک شب خواجہ سنائی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ حضورؐ اپنا روئے مبارک اُن سے چھپاتے ہیں - خواجہ سنائیؒ دوڑے اور قدموں کو بوسہ دیکر عرض گزار ہوئے کہ یا رسول اللہ! ؐ میری جان آپ پر قربان - کیا سبب ہے جو آج مجھے یہ محرومی ہو رہی ہے - حضورؐ نے خواجہ سنائیؒ کو گلے سے لگالیا اور فرمایا کہ بھئی تم نے اس قدر درود خوانی کی ہے کہ مجھکو تم سے شرم آتی ہے - بعدازاں شیخ الاسلام ؓ نے فرمایا سبحان اللہ! یہ بھی بندگان خدا ہیں

جن کی کثرت درود خوانی سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم محجوب ہوتے ہیں۔ ہزار رحمت اُن کی روحوں پر۔

پھر اسی محل میں فرمایا کہ یہودیوں کا ایک گروہ بیٹھا تھا۔ ایک مسلمان فقیر نے آکر اُس سے سوال کیا۔ اسی وقت اتفاقاً حضرت علی کرم اللہ وجہہ بھی سامنے سے گذرے۔ یہودیوں نے حضرت رضہ کو دیکھ کر بطور تمسخر کہا کہ دیکھو شاہ جواں مرداں آرہے ہیں۔ وہ مسلمان فقیر امیر المومنین ع کی خدمت میں حاضر ہوا اور اپنے فقر و فاقے کا حال بیان کرنے لگا۔ حضرت سمجھ گئے کہ اسے میرے پاس آزمائش کے لئے بھیجا گیا ہے۔ لیکن اس وقت حضرت ع کے پاس کچھ نہیں تھا۔ حضرت نے اس کا ہاتھ پکڑ کر دس دفعہ درود پڑھا اور اُس کی ہتھیلی پر دم کر کے فرمایا مٹھی بند کر لے۔ اُس نے تعمیل کی۔ اور یہودیوں کے پاس واپس گیا۔ اُنہوں نے مٹھی کھلوائی تو اُس میں ایک دینار رکھا تھا۔ اُسی روز کئی یہودی مسلمان ہوئے۔

اس کے بعد ارشاد ہوا کہ ایک دفعہ ہارون رشید بیمار پڑا۔ اور بیماری کو آدھا سال گزر گیا۔ نزدیک تھا کہ روح پرواز کر جائے کہ شیخ ابو بکر شبلی رضہ کا ادھر سے گذر ہوا۔ ہارون رشید کو اس کی اطلاع ملی کہ امام ابو بکر شبلی رضہ تشریف لے جا رہے ہیں۔ لوگوں کو بھیجا کہ جس طرح ہو سکے خواجہ کو یہاں لے آؤ۔ چنانچہ حضرت رضہ آئے اور ہارون رشید کو دیکھتے ہی بولے کہ خاطر جمع رکھو اب تم اچھے ہو گئے۔ اور درود شریف پڑھ کر اُس پر دم کر دیا۔ اور ہاتھ پھیرا۔ ہارون رشید اُسی وقت تندرست ہو گیا۔ آخر معلوم ہوا کہ خواجہ ابو بکر شبلی رضہ نے یہ درود دم کیا تھا جس کی برکت سے اُس نے صحت پائی۔ پھر فرمایا کہ یہ پانچوں درود نماز میں پڑھا کرو۔ کیونکہ یہ درود سب درودوں سے افضل اور بہتر ہیں۔ اگرچہ سب درودوں کا ثواب ایک ہے۔ مگر ہر درود فضیلت جداگانہ رکھتا ہے۔ اور وہ

پانچوں درود یہ ہیں :-

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ٥ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ بِعَدَدِ مَنْ صَلّٰی عَلَیْہِ - وَصَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ بِعَدَدِ مَنْ لَّمْ یُصَلِّ عَلَیْہِ - وَصَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ کَمَا تُحِبُّ وَتَرْضٰی بِاَنْ تُصَلّٰی عَلَیْہِ - وَصَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ کَمَا یَنْبَغِیْ الصَّلٰوۃُ عَلَیْہِ - وَصَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ کَمَا اَمَرْتَنَا بِالصَّلٰوۃِ عَلَیْہِ

بعدہٗ شیخ الاسلام اُدام اللہ رحمتہٗ نے فرمایا کہ اس کو افضل اس لئے کہا گیا کہ مولانا فقیہ ابوالحسن زندوسی رضی نے روضۂ مشورہ میں یہی درود لکھا ہے اور لکھا ہے کہ امام شافعیؒ کا جب انتقال ہوا تو لوگوں نے اُن کو خواب میں دیکھا اور پوچھا کہ خدا تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا سلوک کیا؟ جواب ملا کہ مجھکو اس درود شریف کی برکت سے بخش دیا۔ اور دوسری فضیلت اس درود شریف کی یہ ہے کہ ایک روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف فرما تھے اور حضورؐ کے اور دیگر صحابہ کرامؓ اور حضرت ابوبکر صدیق رضؓ دائیں جانب بیٹھے تھے کہ ایک شخص آیا اور سلام کرکے بیٹھ گیا۔ آنحضرتؐ نے اُسے حکم دیا کہ ابوبکرؓ سے بالاتر بیٹھو۔ صحابہؓ نے جانا کہ شاید یہ جبرئیل علیہ السلام ہیں کیونکہ اور کس کی اتنی عزت کی جاسکتی تھی۔ آنحضرتؐ نے حضرت ابوبکرؓ سے مخاطب ہوکر فرمایا کہ یہ شخص مجھپر اس قدر درود پڑھتا ہے کہ کوئی شخص نہیں پڑھ سکتا۔ ابوبکر صدیقؓ نے عرض کی کہ یا رسول اللہ! شاید یہ شخص کھاتا پیتا اور دیگر ضروریات میں مشغول نہ ہوتا ہوگا۔ اور ہر وقت درود خوانی ہی سے غرض رکھتا ہوگا۔ فرمایا کھاتا پیتا بھی ہے اور کاروبار بھی کرتا ہے۔ مگر ایک دفعہ دن میں اور ایک دفعہ رات میں یہ درود پڑھ لیتا ہے (جو اوپر مذکور ہوا)۔

شیخ الاسلامؒ یہی فوائد بیان فرما رہے تھے کہ پانچ درویش حاضر ہوکر قدمبوس ہوئے

فرمان ہوا بیٹھ جاؤ۔ وہ بیٹھ گئے اور عرض کرنے لگے کہ ہم مسافر ہیں۔ اور خانہ کعبہ جانے کی نیت رکھتے ہیں مگر خرچ نہیں۔ کچھ عنایت ہو جائے تو اطمینان سے روانہ ہوں۔ شیخ الاسلام رض کو فکر ہوا۔ اور تھوڑی دیر مراقبہ کر کے سر اٹھایا۔ سامنے ایک ٹھیکرے میں خستہ خرمے رکھے تھے۔ اس ٹھیکرے پر کچھ دم کر کے درویشوں کو عطا کیا۔ درویش حیران ہوئے۔ حضرت رض نے اپنی روشن ضمیری سے اُن کی حیرت کا حال معلوم کیا اور فرمایا کہ دیکھو تو سہی۔ اب جو دیکھتے ہیں تو وہ خرمے نہ تھے۔ سونا تھا۔ آخر شیخ بدرالدین اسحٰق رض سے معلوم ہوا کہ شیخ الاسلام رض نے یہی درود پڑھکر اُس پر دم کیا تھا۔

آیۃ الکرسی کے فضائل و وظائف پھر آیۃ الکرسی کی بابت گفتگو شروع ہوئی۔ فرمایا کہ جس روز آیۃ الکرسی نازل ہوئی ہے تو ستر ہزار فرشتے مہتر جبریل علیہ السّلام کے ساتھ آئے تھے اور جبریل علیہ السّلام نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا تھا کہ اِسے باعزاز و اکرام لیجئے۔ ارشاد خداوندی ہے کہ جو بندہ میرے بندوں میں سے آیۃ الکرسی پڑھیگا ہر حرف کے بدلے ہزار سال کی عبادت کا ثواب پائے گا۔ اور ہزار فرشتے جو کرسی کے پاس کھڑے پڑھ رہے ہیں اُن کا ثواب بھی اُسی کو ملے گا اور اُسے اپنے مقربوں میں شمار کرونگا۔

بعدازاں شیخ الاسلام رض نے فرمایا کہ فتاوٰی ظہیری میں مرقوم ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ جو کوئی اپنے گھر سے باہر جانے کے وقت آیۃ الکرسی پڑھے خداتعالیٰ ستر ہزار فرشتوں کو حکم دیتا ہے کہ وہ اس کے واپس آنے تک اس کے واسطے دعائے مغفرت کرتے ہیں۔ بعدازاں فرمایا کہ میں نے شیخ الاسلام حضرت قطب الدین بختیار اوشی رض سے سُنا ہے فرماتے تھے کہ جو شخص اپنے گھر میں جانے کے وقت آیۃ الکرسی پڑھیگا خدا اُس کے گھر سے فقر وفاقے کو دور فرمائیگا۔

اس کے بعد ارشاد ہوا کہ میں نے جامع الحکایات میں لکھا دیکھا ہے کہ ایک درویش کے گھر میں رات کو چور آئے۔ درویش نے آیۃ الکرسی پڑھ کر گھر کا حصار باندھ رکھا تھا۔ چوروں نے جو اس کے اندر منھ داخل کیا سب کے سب اندھے ہو گئے درویش صاحب بیدار ہوئے اور اس حال کو معلوم کر کے باہر آئے اور پوچھا کہ تم کون لوگ ہو؟ انہوں نے کہا کہ چور ہیں۔ چوری کے واسطے آپ کے ہاں آئے تھے۔ لیکن قدرت نے ہمیں اندھا کر دیا۔ آپ دعا فرمائیے کہ ہماری آنکھیں مل جائیں ہم اس کام سے تائب ہو کو آپ کے ہاتھ پر مسلمان ہوتے ہیں۔ درویش نے تبسم فرمایا اور کہا آنکھیں کھولو۔ آنکھیں کھولیں تو ان میں بینائی تھی۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِکَ۔

۲۷ ماہ ذی الحجہ ۶۵۵ھ ہجری

رنج و غم دور ہونے کی دُعا: دولت قدم بوسی میسر آئی۔ دعا کے بارے میں گفتگو ہو رہی تھی۔ ارشاد ہوا میں نے امام محمد شیبانی رح کی کتاب میں پڑھا ہے۔ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جب کسی کو کوئی رنج و غم پیش آئے یا ایسا مرحلہ جس کا ہٹنا ممکن نہ ہو تو وہ جب صبح کی نماز ادا کر چکے تو سو مرتبہ کہے لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ یَا فَرْدُ یَا وِتْرُ یَا اَحَدُ یَا صَمَدُ۔

کشائش رزق کی دُعا: بعد ازاں شیخ الاسلام رض نے ارشاد کیا کہ ایک دفعہ میں شیخ الاسلام حضرت قطب الدین بختیار اوشی رض کی خدمت میں حاضر تھا۔ اور وہاں دعا کے بارے میں باتیں ہو رہی تھیں۔ حضرت قطب صاحب رض نے فرمایا

جس کو معاش کی تنگی ہو وہ اس دعا کا ورد کرے۔ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم
یَا ذَا الْعِزِّ وَالْمُلْکِ وَالْبَقَاءِ یَا ذَا الْمَجْدِ وَالْعَطَاءِ یَا وَدُوْدُ
ذَا الْعَرْشِ الْمَجِیْدُ فَعَّالٌ لِّمَا یُرِیْدُ۔

ہر مہم میں کامیاب ہونے کی دعا پھر ارشاد ہوا کہ بحالت درماندگی ولاچارگی جو شخص ان کلمات کو ایک ہزار مرتبہ پڑھے گا وہ مہم اُسکی ضرور پوری ہوگی
اَقْوٰی مُعِیْنٍ وَاَھْدٰی دَلِیْلٍ اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ ۝

اعمال مقبول ہونے کی دعا اس کے بعد ارشاد ہوا کہ میں نے تفسیر زاہدی میں دیکھا ہے کہ جو شخص یہ چاہے کہ اس کے اعمال مقبول ہوں تو اس کے لئے یہ آیت ہے۔ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ۝

دنیا و دین کی بھلائی کی دعا اگر کوئی چاہے کہ دنیا و آخرت میں بھلائی پائے اور آتش دوزخ سے محفوظ رہے تو یہ آیت پڑھا کرے رَبَّنَآ اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً وَّفِی الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ ۝

ثابت قدم رہنے کی دعا اور اگر بڑے بڑے کاموں میں صابر رہنے کا آرزومند ہوا اور ہر معاملے میں ثابت قدم اور دشمنوں پر ظفریاب رہنا چاہتا ہو تو یہ آیت مجرب ہے رَبَّنَآ اَفْرِغْ عَلَیْنَا صَبْرًا وَّثَبِّتْ اَقْدَامَنَا وَانْصُرْنَا عَلَی الْقَوْمِ الْکٰفِرِیْنَ ۝

اطمینانِ قلب کی دعا اور اگر یہ منظور ہو کہ اس کا دل ایمان اور امان کے ساتھ رہے اور رحمتِ الٰہی اُس کے شاملِ حال ہو تو یہ آیت پڑھے رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ ھَدَیْتَنَا وَھَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْکَ رَحْمَةً اِنَّکَ اَنْتَ الْوَھَّابُ ۝ پھر اسی محل میں فرمایا کہ ایک روز حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف فرما تھے اور صحابہ حضرت کے گرد حاضر اور سابقہ پیغمبروں کا

حال بیان ہو رہا تھا کہ ایک صحابی نے کھڑے ہو کر عرض کی کہ یا رسول اللہ! میرا دل کیونکر مطمئن ہو کہ میں باایمان جاؤنگا۔ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اُس کے اس سوال پر متفکر ہوئے۔ اتنے میں جبریل علیہ السلام آئے اور کہنے لگے کہ یا رسول اللہ! میں یہ آیت لایا ہوں۔ جو شخص اِس آیت کا ورد رکھیگا اُس کا دل ایمان کی طرف سے مطمئن ہوگا اور امید ہے کہ وہ باایمان ہی جائیگا۔ پھر شیخ الاسلامؒ نے فرمایا کہ آیت مذکورہ کا نزول اُن صحابی کے التماس ہی پر ہوا تھا۔

خاصانِ خدا میں شامل ہونے کی دُعا پھر ارشاد کیا کہ جو شخص دوستانِ خدا میں جمع ہونا چاہے وہ یہ آیت بکثرت پڑھے رَبَّنَآ اِنَّكَ جَامِعُ النَّاسِ لِيَوْمٍ لَّا رَيْبَ فِيْهِ ط اِنَّ اللّٰهَ لَا يُخْلِفُ الْمِيْعَادَ ٥ اس کے بعد فرمایا۔ نہ معلوم پھر کیا وجہ ہے کہ اس سعادت سے لوگ اپنے آپ کو محروم رکھتے ہیں۔

اولاد طلب کرنے کی دُعا پھر فرمایا جب کسی کو کوئی مہم درپیش ہو یا کسی کا غلام بھاگ گیا ہو یا نیک وپارسا فرزند کی خواہش رکھتا ہو تو یہ آیت پڑھا کرے۔ رَبِّ هَبْ لِيْ مِنْ لَّدُنْكَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً ۚ اِنَّكَ سَمِيْعُ الدُّعَآءِ ٥ بعدازاں فرمایا کہ حضرت زکریا علیہ السلام نے یہی آیت پڑھی تھی جو خداوند تعالیٰ نے حضرت یحییٰ علیہ السلام جیسا فرزند اُن کو عنایت کیا جو صغر سنی ہی میں ہی خوفِ الٰہی سے اس قدر روتے تھے کہ رخساروں کا گوشت گل گیا تھا۔ اُن کے والد حضرت زکریاؑ اور اُن کی والدہ اُن کو سمجھاتیں کہ تم ابھی بچہ ہو تم کو اس قدر خوف کس لئے ہے؟ تو جواب دیتے تھے کہ اے والدہ میں دیکھتا ہوں کہ جب تم ہنڈیا کے نیچے آگ سلگاتی ہو تو پہلے چھوٹی لکڑیاں رکھتی ہو۔ جب اُن میں آگ کی بنیاد مضبوط ہو جاتی ہے اُس وقت بڑی لکڑیاں لگاتی ہو تو مجھکو بھی اندیشہ ہے کہ دوزخ میں پہلے چھوٹوں کو ڈالا جائیگا۔ پھر فرمایا کہ ایک دفعہ میں سیوستان کی طرف

سفر کر رہا تھا اور اُس شہر کے بزرگوں کی زیارت کرتا تھا۔ ایک روز حضرت محمد سیوستانی
کی خدمت میں حاضر ہوا نہایت بزرگ اور بوڑھے آدمی اور صاحب ولایت تھے
سلوک کے متعلق حکایت ہو رہی تھی اور درویش آپس میں بحث کر رہے تھے۔ ایک
شخص آیا اور قدم بوس ہو کر بیٹھ گیا۔ خواجہ محمد سیوستانی نے اپنی روشن ضمیری سے
اس کی طرف دیکھ کر فرمایا کہ ایک حاجتمند آیا ہے۔ فوراً وہ قدم بوس ہوا۔ اور عرض
کی کہ ہاں۔ فرمایا۔ جا اس آیت کو پڑھا کر۔ خداوند تعالےٰ تجھکو فرزند صالح عنایت
کریگا۔ آیت یہ ہے۔ رَبِّ هَبْ لِي مِنْ لَّدُنْكَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً إِنَّكَ سَمِيعُ
الدُّعَاءِ ۔ وہ شخص چلا گیا اور حق تعالیٰ نے اُس کو ایسا نیک فرزند عنایت کیا جو صاحب
سجادہ ہوا اور جس نے برہنہ پا ستر حج کئے اور اسی نیت میں مرا۔

صالحین کے ساتھ حشر ہونے کی دعا۔ بعد ازاں فرمایا کہ کشاف میں لکھا
دیکھا ہے کہ جب آدمی یہ چاہے کہ اس کا حشر نیک مردوں کے ساتھ ہو اور عرصات
قیامت کو دیکھ لے تو یہ آیت پڑھا کرے رَبَّنَا وَآتِنَا مَا وَعَدْتَّنَا عَلَىٰ رُسُلِكَ
وَلَا تُخْزِنَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ ۗ إِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْمِيعَادَ ۔ پھر حکایت فرمائی کہ
بخارا میں ایک شخص فسق و فجور کے سبب مشہور تھا۔ جب وہ مرا تو اُس کو خواب میں
اولیاء اللہ اور دوستانِ خدا کے ساتھ دیکھا۔ تعجب سے پوچھا کہ یہ دولت کہاں سے
پائی؟ کہا میں نے تفسیر کشاف میں دیکھا تھا کہ جو شخص اس آیت کو پڑھیگا وہ نیک
مردوں کے ساتھ ہوگا۔ پس میں اس کو صدق دل سے پڑھتا تھا خداوند تعالیٰ نے
جو تھوڑی چیز کا قبول کرنے والا اور بڑی بخشش فرمانے والا ہے۔ میری یہ ذرا سی عبادت
قبول فرمائی اور میرے تمام گناہوں کو بخش دیا۔ اب مجھکو حکم ہے کہ دوستانِ خدا ہی
میں رہوں۔ آیت یہی ہے رَبَّنَا وَآتِنَا مَا وَعَدْتَّنَا عَلَىٰ رُسُلِكَ وَلَا تُخْزِنَا
يَوْمَ الْقِيَامَةِ ۗ إِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْمِيعَادَ ۔

ظالموں سے نجات پانے کی دُعا } پھر شیخ الاسلام ادام اللہ برکاتہ نے فرمایا کہ جب کوئی شخص ظالموں کے ہاتھ سے نجات پانی چاہے تو لازم ہے کہ اس آیت کا ورد کرے۔ رَبَّنَآ اَخْرِجْنَا مِنْ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ الظَّالِمِ اَهْلُهَا وَاجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْكَ وَلِيًّا وَّ اجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْكَ نَصِيْرًا ۝ اس آیت کا پڑھنے والا ہمیشہ مظفر و منصور رہے گا۔ بعد ازاں فرمایا کہ ایک دفعہ حضرت امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ غول بیابانی سے مشغول جنگ تھے اور بہت پریشان ہو گئے تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے حضور میں عریضہ بھیجا کہ تمام تدبیریں کرلیں اور جو کچھ کہ جنگ کے طریقے تھے بجالایا۔ جب عریضہ حضور کی خدمت میں پیش ہوا ازحد دل تنگ ہوئے۔ فوراً جبریل علیہ السلام یہ پیغام لائے کہ اس آیت کو پڑھیں اسکی برکت سے مظفر و منصور ہوں گے۔ حضور صؐ نے یہ آیت حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو لکھ کر بھیجدی اور انہوں نے تعمیل ارشاد کی اور غالب ہوئے اُس غول کو زندہ گرفتار کر کے مدینے میں لائے۔ وہ فتح اسی آیت ہی کی برکت سے ہوئی تھی

وسعتِ رزق اور رحمت و برکت نازل ہونے کی دعا } پھر فرمایا کہ مولانا برہان الدین زاہد صاحب ہدایہ تفسیر زاہدی میں لکھتے ہیں کہ جو شخص یہ چاہے کہ رحمت و برکت اُس پر نازل ہو اور روزی اُس کی وسعت پائے اور کسی کا محتاج نہ رہے تو یہ آیت پڑھا کرے رَبَّنَآ اَنْزِلْ عَلَيْنَا مَآئِدَةً مِّنَ السَّمَآءِ تَكُوْنُ لَنَا عِيْدًا لِّاَوَّلِنَا وَاٰخِرِنَا وَاٰيَةً مِّنْكَ وَارْزُقْنَا وَاَنْتَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ پھر فرمایا کہ یہ آیت حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ مگر انہوں نے کفرانِ نعمت کیا تھا۔ خداوند تعالےٰ نے اُن کو جنہوں نے اس مائدے میں سے کھایا تھا کتا اور خنزیر بنا دیا

ظلم سے بچنے کی دُعا } پھر فرمایا کہ جب یہ چاہے کہ دنیا و آخرت میں ظالموں

کے ساتھ شریک نہ ہو تو یہ آیت پڑھا کرے رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً لِّلْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ

اطمینان قلب کی دعا ؛ پھر فرمایا کہ جو شخص اسلام کے ساتھ اپنی زندگانی خوش گذرانی چاہے وہ یہ آیت بکثرت پڑھا کرے رَبَّنَآ اَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا وَّثَبِّتْ اَقْدَامَنَا وَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ○

قید سے رہائی کی دعا ؛ بعد ازاں فرمایا کہ جو شخص کسی ظالم کے ہاتھ میں گرفتار ہو وہ یہ آیت پڑھے رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً لِّلْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ○ وَنَجِّنَا بِرَحْمَتِكَ مِنَ الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ○

ایمان و اسلام پر خاتمہ ہونے کی دعا ؛ اور اگر چاہے کہ مسلمان مرے اور صالحین کے درجے میں پہنچے تو یہ آیت پڑھا کرے فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اَنْتَ وَلِيّٖ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ تَوَفَّنِيْ مُسْلِمًا وَّاَلْحِقْنِيْ بِالصّٰلِحِيْنَ ○ بعد ازاں شیخ الاسلام قدس اللہ سرہ نے فرمایا کہ جب ایک مدت کے بعد یعقوب اور یوسف علی نبینا وعلیہم السلام کی ملاقات ہوئی تو یوسف علیہ السلام نے سر سجدے میں رکھ کر یہی آیت پڑھی اور عرض کی کہ خداوندا! تو نے مجھکو بادشاہ بنایا یہ تیری مرضی تھی۔ میں نے اسکی درخواست نہ کی تھی۔ اب قیامت کے روز بادشاہوں کے ساتھ میرا حشر نہ کیجیو میں بیچارہ مسکین و ضعیف اس کی طاقت نہیں رکھتا کہ بادشاہوں کے ساتھ میرا حشر ہو

آسیب سے محفوظ رہنے اور بت پرستی سے بچنے کی دعا ؛ پھر فرمایا کہ اگر کوئی شخص دیو و پری کے شر اور ظالموں کے ظلم اور بت پرستی سے محفوظ رہنا چاہے تو یہ آیت پڑھا کرے۔ رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا الْبَلَدَ اٰمِنًا وَّاجْنُبْنِيْ وَبَنِيَّ اَنْ نَّعْبُدَ الْاَصْنَامَ ○ بعد ازاں شیخ الاسلام قدس اللہ سرہ نے فرمایا کہ اس آیت کا نزول اس طرح ہوا ہے کہ ایک روز حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف فرما تھے

اور صحابہ رض حضور ص کے گرد بیٹھے ہوئے نصائح سن رہے تھے کہ ایک اعرابی آیا اور سلام کر کے عرض کرنے لگا کہ یا رسول اللہ ص! مجھکو کوئی ایسی چیز بتائیے جس کے باعث میں اور میری اولاد بت پرستوں کے شر سے محفوظ رہے۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سوچنے لگے کہ اس کو کیا چیز بتاؤں۔ کہ اتنے میں جبریل علیہ السلام حاضر ہوئے اور عرض کی کہ یا رسول اللہ! خداوند تعالیٰ کا فرمان ہے کہ یہ آیت اس کو تعلیم کیجئے اور حکم دیجئے کہ یہ اس کو بکثرت پڑھا کرے۔ خداوند تعالیٰ اسکو بت پرستوں کے شر سے محفوظ رکھیگا۔

کافروں پر فتحیاب ہونے کی دعا } بعد ازاں فرمایا کہ جو شخص یہ چاہے کہ کفار اس پر حاوی نہ ہوں وہ یہ آیت پڑھا کرے۔ رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَاغْفِرْ لَنَا رَبَّنَا اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝

نور ایمان کامل ہونے کی دعا } اور جب یہ چاہے کہ نور ایمان اس کے دل میں کامل ہو تو یہ آیت پڑھا کرے رَبَّنَآ اَتْمِمْ لَنَا نُوْرَنَا وَاغْفِرْ لَنَا اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝

بعد ازاں شیخ الاسلام رح یہ فوائد بیان فرما کر دعاگو کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ یہ ساری ترغیب تمہارے واسطے کرتا ہوں کیونکہ پیر مرید کا مشاطہ ہوتا ہے جب تک کہ مرید کو جیسا کہ چاہئے تمام آلائشوں سے پاک کیا جائے وہ طریقت کا راستہ طے نہیں کر سکتا اور گمراہی سے باہر نہیں نکل سکتا۔

روزانہ پڑھنے کا وظیفہ } بعد ازاں نطق مبارک سے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے جو شخص ہر روز ایک بار یہ دعا پڑھتا ہے اور زمانہ ورد میں مر جائے وہ بہشتی ہوگا۔ دعا یہ ہے:

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ خَلَقْتَنِيْ وَاَنَا عَبْدُكَ

وَاَنَا عَلٰی عَھْدِکَ وَوَعْدِکَ مَا اسْتَطَعْتُ اَعُوْذُ بِکَ مِنْ شَرِّ مَا صَنَعْتُ اَبُوْءُ لَکَ بِنِعْمَتِکَ عَلَیَّ وَاَبُوْءُ لَکَ بِذَنْبِیْ فَاغْفِرْ لِیْ فَاِنَّهٗ لَا یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ بِرَحْمَتِکَ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ

بعد ازاں اسی محل میں فرمایا کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ ارشاد کرتے ہیں جب سے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ دعا سنی ہے ہر فرض کے بعد اس کو پڑھتا ہوں اور میں نے اس کو اپنا ورد بنا لیا ہے۔ جب ان کا انتقال ہو گیا تو کسی نے خواب میں ان سے پوچھا کہ خداوند تعالیٰ نے تمھارے ساتھ کیا کیا؟ فرمایا کہ مجھ کو اسی دعا کی برکت سے جو رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمائی تھی بخش دیا اور جنت میں جگہ دی۔ بعد ازاں فرمایا کہ جو شخص اس دعا کو پڑھے گا خداوند تعالیٰ اس کی برکت سے شام تک اس کو ہر ایک بلا سے محفوظ رکھے گا اور آسمان سے جو بلا نازل ہو گی وہ اس دعا کے پڑھنے والے سے بالا بالا گذر جائے گی لیکن اگر اس شخص میں اخلاص اور صدق نہ ہو گا تب وہ اس کے اوپر آ جائے گی۔ اور میں نے یہ خواص حضرت شیخ الاسلام قطب الدین بختیار اوشی رح کی زبان مبارک سے سنے ہیں اور ہر شخص کو لازم ہے کہ کسی وقت دعا کے پڑھنے اور شفاعت چاہنے سے خالی نہ رہے۔

دوسری دعا پھر شیخ الاسلام نے فرمایا کہ شیخ ابو طالب مکی رحمۃ اللہ علیہ قوت القلوب میں لکھتے ہیں کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے جو شخص یہ دعا پڑھے گا رات تک کسی بلا میں مبتلا نہ ہو گا۔ دعا یہ ہے:۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝ اَنْتَ رَبِّیْ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ عَلَیْكَ تَوَكَّلْتُ وَاَنْتَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ ۝ مَا شَآءَ اللّٰهُ كَانَ وَمَا لَمْ یَشَأْ لَمْ یَكُنْ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَعْلَمُ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى

کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ وَاَنَّ اللّٰہَ قَدْ اَحَاطَ بِکُلِّ شَیْءٍ عِلْمًا وَاَحْصٰی کُلَّ شَیْءٍ عَدَدًا - اِنِّیْ اَعُوْذُ بِکَ مِنْ شَرِّ نَفْسِیْ وَمِنْ شَرِّ غَیْرِیْ وَمِنْ شَرِّ کُلِّ دَابَّۃٍ اَنْتَ اٰخِذٌ بِنَاصِیَتِھَا اِنَّ رَبِّیْ عَلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ

تیسری دُعا پھر اسی محل میں فرمایا کہ قاضی امام شعبی رح نے اپنی کتاب کفایہ میں یہ حکایت لکھی ہے کہ بنی اسرائیل میں ایک بوڑھے زاہد کے پاس نوجوان وحسین کنیزک تھی - زاہد چونکہ بوڑھا تھا کنیزک اس سے محبت نہ کرتی تھی اور چاہتی تھی کہ کسی طرح اس کے ہاتھ سے نجات پائے - ایک پڑوسن بڑھیا نے اس سے کہا کہ میں تجھکو زہر ہلاہل تیار کر دیتی ہوں - روزہ افطار کرنے کے وقت زاہد کو دیدیجو کنیزک نے ایسا ہی کیا اور تمام رات منتظر رہی کہ زاہد کس وقت مرتا ہے جب صبح ہوئی اور دیکھا کہ زاہد کو کسی قسم کا نقصان نہیں پہنچا اس سے نہ رہا گیا اور زاہد سے عرض کی کہ تمہارا جی چاہے مجھ کو رکھو یا مارو - میں نے تم کو زہر ہلاہل دیا تھا کیا سبب ہے کہ اس نے تم پر اثر نہ کیا؟ زاہد نے متبسم ہو کر فرمایا کہ میرے پاس ایسی دعا ہے کہ ایک زہر کیا کوئی چیز مجھکو نقصان نہیں پہنچا سکتی اور وہ یہ ہے

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝ بِسْمِ اللّٰہِ خَیْرِ الْاَسْمَاءِ بِسْمِ اللّٰہِ رَبِّ الْاَرْضِ وَالسَّمَاءِ - بِسْمِ اللّٰہِ الَّذِیْ لَا یَضُرُّ مَعَ اسْمِہٖ شَیْءٌ فِی الْاَرْضِ وَلَا فِی السَّمَاءِ وَھُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ۝

دُعا کی شرائط

بعد از ان شیخ الاسلام قدس سرہٗ نے فرمایا کہ شرائط اسباب دعا کے بہت ہیں اگر سب کو بیان کروں تو طول ہو جائے - مگر پہلی شرط یہ ہے کہ خداوند جل جلالہٗ

وسلم لوالہ کے نام پاک سے شروع کی جائے۔ کیونکہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کُلُّ اَمرٍ ذِی بَالٍ لَم یُبدَأ فِیہِ بِبِسمِ اللّٰہِ فَھُوَ اَبتَر۔ پس لازم ہے کہ پہلے بسم اللہ پڑھے پھر دعا کرے تاکہ قبول ہو۔ دوسری شرط یہ ہے کہ اپنی عورتوں کو آواز دار زیور مثل پازیب وغیرہ کے نہ پہننے دے کیونکہ حدیث شریف میں وارد ہے کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے خداوند تعالیٰ اُن لوگوں کی دعا قبول نہیں فرماتا ہے جو اپنی عورتوں کے آوازدار زیور پہننے سے خوش ہوتے ہیں۔ تیسری شرط یہ ہے کہ دعا کے آغاز و اتمام پر صدقہ دے۔ جیسا کہ امام شافعی رضی سے روایت ہے کہ اُن کی کسی بادشاہ سے کوئی حاجت تھی اور اُس کے واسطے جا رہے تھے۔ ایک درویش کو صدقہ دیا۔ اور کہا کہ دعا کیجئے میری حاجت پوری ہو جائے۔ کیونکہ جو شخص بادشاہ کے پاس جاتا ہے اُس کے واسطے ضروری ہے کہ پہلے دربان کو کچھ دے اور درویش خدا کا دربان ہے۔ جب یہ راضی ہوا تو حاجت بھی پوری ہو گئی۔ اَلحَمدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِکَ۔

غرّہ محرم ۶۵۶ ہجری

ماہ محرم کے فضائل اور دعائیں کی دولت قدمبوسی میسر ہوئی اجودھن کی تمام مخلوق چھوٹے بڑے اور مشائخ و درویش و مساکین آتے تھے اور شیخ الاسلام رح کے دست مبارک کو بوسہ دیتے تھے اور حضرت شیخ الاسلام رح مُصلّے کے نیچے ہاتھ ڈال کر روپیہ پیسہ جو جس کی تقدیر کا ہوتا نکال کر عنایت فرما رہے تھے اور لوگ جو شیرینی لاتے تھے اُس کا ایک انبار لگا ہوا تھا۔

لہ یعنی جو بڑا بھاری کام خدا کے نام کے ساتھ شروع نہیں کیا گیا وہ بے برکت ہے یعنی بخیر و خوبی انجام نہیں پاتا ۱۲

تھوڑی تھوڑی درویشوں کو بھی دی جا رہی تھی۔ اس روز شہر کا کوئی شخص مسافر یا متوطن زیارت سے محروم نہ رہا۔ حضرت شیخ الاسلامؒ کی یہ رسم تھی کہ ہر ماہ کے غرے کو اسی طرح کہا کرتے تھے۔

بعد ازاں شیخ عبداللہ محمد بن احمد بلخیؒ جو واصلانِ حق میں سے تھے شیخ الاسلامؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور قدمبوسی کر کے بیٹھ گئے۔ شیخ الاسلامؒ مراقبے میں تھے۔ اسی وقت ذکر کرنے لگے اور اس قدر ذکر کیا کہ بیہوش ہو گئے حضرت شیخ قطب الدین بختیار اوشی قدس سرہ کا خرقہ آپ کے اوپر ڈالا گیا تب تھوڑی دیر کے بعد ہوش میں آئے۔ حاضرین نے قدمبوسی کی۔ عبداللہ بلخی کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ تم نے دیکھا ہمارے بھائی بہاء الدین زکریا ملتانی اس بیابانِ فنا سے شہرستانِ بقا کی طرف کوچ فرما گئے۔ مگر میں نہیں جانتا کہ یہ کیا ماجرا ہے۔ انہوں نے کہا کہ ہاں اسی وقت انتقال کیا ہے۔ آئیے نماز جنازہ پڑھ لیں۔ پھر شیخ الاسلام اور حاضرین نے نماز جنازہ ادا کی۔ بعد ازاں فرمایا کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے غائب کی نماز جنازہ پڑھنی منقول ہے۔ کیونکہ جب امیر المومنین سید الشہداء حضرت حمزہ اور دیگر صحابہؓ شہید ہوئے ہیں تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہر ایک کی نماز جنازہ غائبانہ پڑھی تھی۔ پس لازم ہے کہ ہم بھی پڑھیں۔

اس کے بعد غرۂ ماہ محرم کی فضیلت میں گفتگو ہونے لگی۔ فرمایا کہ اس عشرے کے اندر بجز طاعت و تلاوت اور نماز و دعا کے کسی کام میں مشغول نہ ہونا چاہئے۔ کیونکہ اس عشرے میں قہر جاتا رہتا ہے اور رحمتِ الٰہی بکثرت نازل ہوتی ہے۔ پھر فرمایا کہ اس عشرے میں بہت سے طبقاتِ مشائخ نے گریہ وزاری و نیاز اپنے اوپر لازم کیا ہے۔

پھر فرمایا تم نہیں جانتے ہو کہ اس عشرے میں سرور عالم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم پر کیا گذرا تھا اور حضورؐ کے فرزندان کیسے نزار و نزار ہوئے تھے اور بعض تو پیاس ہی سے ہلاک ہو گئے تھے اور پانی کا ایک قطرہ بد بختوں نے ان صاحبزادوںؓ کو نہ دیا تھا۔ جب شیخ الاسلامؒ اس کلام پر پہنچے تو ایک نعرہ مارا اور بیہوش ہو گئے۔ پھر جب ہوش میں آئے تو فرمایا کہ کیسے کافر اور سنگدل اور بے عاقبت اور بے سعادت اور نامہربان تھے۔ جانتے تھے کہ یہ بادشاہ دین و دنیا کے فرزند ہیں اور پھر ان کو اس بیکسی کے ساتھ شہید کرتے تھے اور اتنا خیال نہ آتا تھا کہ کل قیامت کے روز حضرت خواجۂ عالم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو کیا منہ دکھائینگے۔ الغرض فرمایا کہ شروع سال غرۂ ماہ محرم میں یہ دعا پڑھنی آئی ہے۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝ اَللّٰهُمَّ اَنْتَ اللّٰهُ الْاَبَدِیُّ الْقَدِيْمُ وَهٰذِهٖ سَنَةٌ جَدِيْدَةٌ اَسْئَلُكَ فِيْهِ الْعِصْمَةَ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ وَالْاَمَانَ مِنَ الشَّيْطٰنِ وَمِنْ شَرِّ كُلِّ دَنِیٍّ وَّمِنَ الْبَلَايَا وَالْاٰفَاتِ فَذٰلِكَ وَنَسْئَلُكَ الْعَوْنَ وَالْعَدْلَ عَلٰى هٰذِهِ النَّفْسِ الْاَمَّارَةِ بِالسُّوْٓءِ وَالْاِشْتِغَالِ بِمَا يُقَرِّبُنِیْ اِلَيْكَ يَا بَرُّ يَا رَءُوْفُ يَا رَحِيْمُ يَا ذَا الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ بِرَحْمَتِكَ يَا اَرْحَمَ الرّٰحِمِيْنَ ۝

پھر اسی محل میں فرمایا کہ میں نے شیخ الاسلام معین الدین سنجری قدس اللہ سرہ کے اوراد میں لکھا دیکھا ہے کہ جو شخص ماہ محرم کی پہلی شب میں چھ رکعت نماز ادا کرے۔ ہر رکعت میں فاتحہ ایک بار اور اخلاص دس بار اور صحیح روایت میں آیا ہے کہ دو رکعت نماز ادا کرے ہر رکعت میں فاتحہ ایک بار اور سورہ یٰسین ایکبار پڑھے۔ خداوند تعالیٰ اسکو بہشت میں دو ہزار محل عنایت فرمائیگا۔

ہر محل میں دو ہزار دروازے یاقوت کے اور ہر دروازے میں ایک تخت زبرجد سبز کا بچھا ہوگا اور ایک حور اُس پر جلوہ افروز ہوگی۔ اور یہ نماز چھ ہزار بلاؤں کو دور کرتی ہے اور چھ ہزار نیکیاں اُس کے نامۂ اعمال میں لکھی جاتی ہیں پھر شیخ الاسلام نے فرمایا کہ میں نے کفایہ اُمام شعبیؒ میں لکھا دیکھا ہے کہ جو شخص ماہ محرم میں ہر روز سو مرتبہ یہ کلمہ پڑھا کرے گا خداوند تعالیٰ اُسکو آتش دوزخ سے رہائی دیگا۔ وہ کلمہ یہ ہے:- لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ یُحْیِیْ وَیُمِیْتُ وَھُوَ حَیٌّ لَّا یَمُوْتُ بِیَدِہِ الْخَیْرُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ۔ لَا مَانِعَ لِمَا اَعْطَیْتَ وَلَا مُعْطِیَ لِمَا مَنَعْتَ وَلَا رَادَّ لِمَا قَضَیْتَ وَلَا یَنْفَعُ ذَا الْجَدِّ مِنْکَ الْجَدُّ ۔ پھر اپنے ہاتھوں پر دم کر کے مُنہ پر پھیر لے۔ حق تعالیٰ اُس کو گناہوں سے ایسا پاک کر دیگا گویا ماں کے پیٹ سے ابھی پیدا ہوا ہے۔ شیخ الاسلامؒ یہ فوائد بیان فرما رہے تھے کہ نماز کی اذان ہوئی۔ شیخ الاسلامؒ نماز میں مشغول ہوئے۔ مخلوق اور دعا گو واپس آئے اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِکَ ۔ کہ یہ نعمت حاصل ہوئی۔

۱۰۔ ماہ محرم ۶۵۶ھ ہجری

عاشورے کی فضیلت اور اعمال } دولت قدمبوسی نصیب ہوئی۔ شمس دبیر اور شیخ جمال الدین ہانسویؒ اور شیخ بدر الدین غزنویؒ اور عزیزان دیگر حاضر تھے۔ روز عاشورہ کی برکت میں گفتگو ہو رہی تھی۔ فرمایا کہ حدیث شریف میں آیا ہے مَنْ صَامَ یَوْمَ عَاشُوْرَاءَ فَکَاَنَّمَا صَامَ الدَّھْرَ کُلَّہٗ یعنی جس نے عاشورار کے روز روزہ رکھا اُس نے گویا تمام سال روزے رکھے۔ پھر فرمایا کہ عاشورار کے روز جنگل کے ہرن اپنے بچوں کو دودھ نہیں پلاتے

پھر کیا باعث ہے کہ مسلمان اس دن روزہ نہ رکھیں۔

پھر فرمایا کہ بغداد میں ایک بزرگ تھے۔ جب انہوں نے حضرت امیر المومنین حسن اور حسین علیہما السلام کے شہید ہونے کا واقعہ سُنا خاندانِ رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی محبت کے سبب سے اس قدر اپنا سر زمین پر مارا کہ سر پھٹ گیا اور خون جاری ہوا اور یہ زمین پر گر پڑے۔ تھوڑی دیر کے بعد جو دیکھا گیا تو جاں بحق تسلیم کر چکے تھے۔ اسی شب ایک بزرگوار نے ان کو خواب میں دیکھا کہ حضرت امیر المومنین امام حسین علیہ السلام کے روبرو استادہ ہیں۔ پوچھا کہ خداوند تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا کیا؟ فرمایا مجھ کو بخشدیا اور حکم دیا ہے کہ حضرت امیر المومنین حسین علیہ السلام کے سامنے کھڑے رہا کرو۔

پھر اسی محل میں فرمایا کہ ایک روز رسولِ خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم صحابہ کبار رض کے ساتھ تشریف فرما تھے کہ معاویہ رضی اللہ عنہ یزید پلید کو اپنے کندھے پر سوار کئے ہوئے سامنے سے گذرے۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے دیکھ کر تبسم فرمایا اور ارشاد کیا کہ جنتی کے دوش پر دوزخی سوار ہے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ (حاضر الوقت) نے حضورؐ کا ارشاد سُن کر پوچھا کہ یارسول اللہ معاویہ کا بیٹا دوزخی کیونکر؟ حضورؐ نے ارشاد کیا کہ یہ یزید وہ شخص ہے جو حسنؑ اور حسینؑ اور میری تمام آل کو شہید کریگا حضرت علی علیہ السلام نے یزید کے قتل کرنے کے لئے نیام سے تلوار نکال لی۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا کہ اے علیؑ ایسا نہ کرو۔ کیونکہ تقدیر الٰہی اسی طرح ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کی کہ یارسول اللہ! آپ اُس وقت موجود ہونگے؟ فرمایا نہیں۔ عرض کی کہ یاروں سے کوئی ہوگا؟ فرمایا نہیں۔ عرض کی میں موجود ہونگا؟ فرمایا نہیں عرض کی کہ حضرت فاطمہ موجود ہونگی؟ فرمایا نہیں۔ تب عرض کی کہ میرے غریبوں کا ماتم

کون کریگا؟ فرمایا اے علیؑ! میری امت کریگی۔ پھر حضرت علیؓ اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دونوں روئے اور حضرت شاہزادگانؓ کو گود میں لیکر ایک نعرہ مارا اور فرمایا کہ اے غریبو! ہم کو نہیں معلوم کہ اس صحرا میں تمہارا کیا حال ہوگا؟

بعد ازاں شیخ الاسلام قدس اللہ سرہ العزیز نے ارشاد فرمایا کہ جس روز امام حسین علیہ السلام کی شہادت ہونے والی تھی ایک بزرگ نے خواب میں دیکھا کہ حضرت خاتونِ جنت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا تمام انبیاء کی عورات کے ساتھ تشریف لائی ہیں اور دامنِ مبارک کمر میں باندھے ہوئے دشتِ کربلا کی زمین جس جگہ حضرت امامؑ نے شہادت پائی اپنی مبارک آستین سے صاف کر رہی ہیں۔ پوچھا کہ اے خاتونِ قیامتؑ اور اے شفیع روز محشر یہ کیا مقام ہے جس کو اپنی مبارک آستین سے پاک فرما رہی ہیں؟ فرمایا یہ وہ مقام ہے جہاں میرا غریب حسینؑ سر دیگا اور شہادت پائے گا۔

پھر اسی محل میں فرمایا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جبرئیلؑ سے یہ واقعہ دریافت کیا اور فرمایا کہ جب ہم میں سے کوئی نہ ہوگا تو پھر ان مظلوموں کی تعزیت کون کریگا؟ جبرئیلؑ نے عرض کی کہ یا رسول اللہ! آپکی امت ان کی ایسی تعزیت کریگی جس کا بیان زبان سے ممکن نہیں۔

بعد ازاں شیخ الاسلامؓ نے فرمایا کہ شب عاشورہ میں چار رکعت نماز پڑھنی چاہئے۔ ہر رکعت میں فاتحہ ایک بار اور آیۃ الکرسی تین بار اور اخلاص دس بار۔ اور جب نماز سے فارغ ہو تو سو مرتبہ سورۂ اخلاص پڑھے۔

پھر فرمایا کہ شیخ الاسلام عثمان ہارونیؓ کے اوراد میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ روز عاشورہ میں آفتاب طلوع ہونے کے بعد دو رکعت

نماز ادا کرے اور جو سورتیں یاد ہوں پڑھے۔ ثواب بہت ہے۔ پھر یہ دعا پڑھے:- بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۰ یا اوّل الاوّلین یا آخر الآخرین لا الٰہ الا انت اوّل ما خلقت فی ھذا الیوم و آخر ما تخلق فی ھذا الیوم اعطنی فیہ خیر ما اولیت فیہ انبیاءک و اصفیاءک من النوائب والبلایا و اعطنی ما اعطیتہم فیہ من الکرامۃ بحق محمد علیہ السلام ط

بعدازاں فرمایا کہ شیخ الاسلام قطب الدین بختیار اوشیؒ کے اوراد میں خاص اُنہی کے ہاتھ کا لکھا ہوا میں نے دیکھا ہے کہ روز عاشورا میں چھ رکعت نماز پڑھے۔ ہر رکعت میں فاتحہ اور والشمس اور انا انزلنا اور اذا زلزلت الارض اور اخلاص اور معوذتین سب ایک ایک بار پڑھے۔ پھر سلام کے بعد سجدے میں سر رکھ کر قل یا ایھا الکفرون پڑھے اور حاجت چاہے روا ہوگی۔ پھر فرمایا کہ اُسی میں لکھا دیکھا ہے کہ عاشوراء کے روز ستر بار پڑھے حسبی اللہ و نعم الوکیل نعم المولیٰ و نعم النصیر۔ حق تعالےٰ اس کو بخش دیگا اور اولیاء اللہ و مشائخ کبار کے زمرے میں اس کا نام درج فرمائے گا۔ پھر اسی محل میں فرمایا کہ پہلے زمانے میں ایک شخص کفن چوری کیا کرتا تھا اور قریبًا دو ہزار دو سو آدمیوں کے کفن اس نے چرائے تھے۔ الغرض اس کام سے اس نے حضرت خواجہ حسن بصریؒ کے ہاتھ پر توبہ کی۔ خواجہؒ نے دریافت کیا کہ تو نے قبروں میں مسلمانوں کا کیا حال دیکھا؟ عرض کی کہ سب کا حال بیان کرنا تو نہایت مشکل ہے دو تین واقعے عرض کرتا ہوں۔ ایک قبر جو میں نے کھولی تو دیکھا کہ اس میں ایک شخص ہے جس کا چہرہ نہایت سیاہ ہے اور ہاتھ پیروں میں اس کے آگ کی زنجیریں بندھی ہوئی ہیں اور اس کے منہ سے

پیپ اور خون جاری ہے۔ اس قدر بدبو آتی تھی کہ دماغ پریشان ہو گیا اور میں وہاں سے اُٹھا پھرا۔ اُس مردے نے مجھکو آواز دی کہ کیوں بھاگتا ہے۔ یہاں آ اور میرا حال دریافت کر اور سُن کہ میں کیا کام کرتا تھا جس کے سبب سے اس بلا میں مُبتلا ہوا۔ میں پھر اُس کی قبر میں گیا اور دیکھا کہ فرشتگانِ عذاب نے اسکی گردن میں زنجیریں باندھ رکھی ہیں اور بیٹھے ہیں۔ میں نے پوچھا تو کون ہے؟ اُس نے کہا میں مسلمان اور مسلمان کا فرزند ہوں مگر میں شراب خوار اور زانی تھا اور اُسی بدمستی کی حالت میں مرگیا۔ اور اس ذلت میں گرفتار ہوا۔ پھر میں نے دوسری قبر کھودی تو دیکھا ایک شخص سیاہ رو برہنہ کھڑا ہے اور چاروں طرف اُس کے آگ روشن ہے اور زبان اُس کی باہر نکلی ہوئی ہے اور فرشتے اُس کی گردن میں زنجیریں باندھے ہوئے کھڑے ہیں۔ اس شخص نے مجھکو دیکھتے ہی فریاد کی کہ جناب تھوڑا سا پانی مجھکو پلائیے کہ میں پیاس کے مارے عاجز ہو گیا ہوں۔ اُس کے یہ بات کہتے ہی میں نے چاہا کہ پانی دوں۔ فرشتوں نے دھمکایا کہ خبردار اس تارکِ نماز کو پانی نہ دیجیو۔ کیونکہ خدا کے حکم کے خلاف ہوگا۔ پھر میں نے اُس شخص سے دریافت کیا کہ تو کیا کام کرتا تھا؟ اُس نے کہا میں مسلمان تھا مگر کبھی میں نے خدا کی اطاعت نہیں کی اور میری طرح بہت سے لوگ عذاب میں گرفتار ہیں۔ پھر اس کے بعد میں نے ایک اور قبر کھودی۔ دیکھا کہ ایک جوان ایسا خوبصورت جس کے حسن کا بیان نہیں ہو سکتا اور گرداگرد اُس کے سبزہ زار تھا اور چشمے بہ رہے تھے اور اس کے سامنے حورانِ بہشتی تخت پر بیٹھی تھیں۔ میں نے پوچھا کہ اے جوان تو کون ہے؟ اور کیا کام کرتا تھا؟ اور کس عمل سے تو نے یہ درجہ پایا؟ اُس نے کہا اے شخص! میں تم ہی جیسا تھا لیکن ماہ محرم میں عاشورا کے روز میں نے ایک واعظ سے سُنا تھا کہ جو شخص چھ رکعتیں پڑھے خدا تعالیٰ اُس کو بخش دیتا ہے۔

پس میں ہمیشہ ان کو پڑھتا تھا۔ پھر شیخ الاسلام نے فرمایا کہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ جو شخص شب یا روز عاشورا میں دشمنی دور کرنے کے لئے چار رکعت نماز پڑھے خداوند تعالیٰ اُس کو منکر و نکیر کے سوال سے محفوظ رکھیگا اور اُس کے دشمنوں کو اس سے خوشنود کرے گا۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰی ذٰلِكَ۔

۱۷ ماہ صفر ۶۵۶ ہجری

عطائے خرقۂ خاص و رخصت دولت پائے بوسی حاصل ہوئی۔ دعاگو چند روز کے واسطے ہانسی میں شیخ محمد ہانسوی رح کے پاس چلا گیا تھا جو حضرت قطب الدین بختیار اوشی رح کے یارانِ اعلیٰ میں تھے۔ جب حضرت شیخ الاسلام رح کی دولت پائے بوسی حاصل ہوئی۔ فرمان ہوا کہ بیٹھ جاؤ۔ بیٹھ گیا۔ اور جو مکتوب کہ شیخ برہان الدین نے دیا تھا پیش کیا۔ خود مطالعہ فرمایا۔ پھر ارشاد کیا کہ بہت دیر کردی بندے نے سر زمین پر رکھ کر عرض کی کہ تنِ خاکی وہاں تھا۔ مگر دل یہیں۔ پھر فرمایا ہاں یونہی ہے جیسا کہ تم کہتے ہو تم پر ہمارا اشتیاق غالب تھا اور تم کہتے تھے کہ اگر میرے پر ہوں تو اڑ کر چلا جاؤں اور خواجہ کی خدمت میں حاضر ہوں۔ پھر لوگوں کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ شیخ کا مرید اور فرزند ایسا ہونا چاہئے جیسے کہ مولانا نظام الدین ہیں۔ پھر مجھ سے ارشاد کیا کہ تم نے ایک خط بھی لکھا تھا جس میں اشتیاق پائے بوسی بہت تھا اور تم نے ایک بیت بھی لکھی تھی جس کو میں نے یاد کر لیا ہے اور جب تم یاد آتے ہو تو میں اُس بیت کو پڑھ لیتا ہوں۔ بے نظیر ہے۔ اگر تم پڑھو تو میں سنوں۔ میں نے قدم بوس ہو کر یہ بیت پڑھی ؎

زانگاہ کہ بندۂ تو داند مرا | ہر مردمک دیدہ نشاند مرا
لطف عامت عنایتے فرمودہ است | ورنہ کیم از کجا چہ داند مرا

میں نے جو یہ بیت پڑھی شیخ الاسلام پر رقت طاری ہوئی اور بے حد و نہایت رقص فرمایا یعنی چاشت سے دوپہر تک اس وجد و کیف میں مصروف رہے۔ جب اس سے فارغ ہوئے تو خرقہ خاص اور عصا اور مصلےٰ اور نعلین چوبی مرحمت فرمائیں اور دعاگو کو پہلو میں لیکر فرمایا کہ مولانا نظام الدین نزدیک ہے کہ میں تم کو رخصت کروں اور پھر تمہارا دیدار نہ دیکھوں۔ پس اب جاؤ کہ اسی روز تمہاری رخصت ہے مگر اور چند روز بھی رہنا چاہئے کیونکہ دیدار غنیمت ہے پھر چشم پر آب کی اور رو رو کر یہ بیت پڑھی

دیدارِ دوستانِ موافق غنیمت است
چوں یافتیم حیف بود گر رہا کنیم

ماہ صفر کی سختی و گرانی اور بلاؤں سے بچنے کے اعمال

بعد ازاں ماہ صفر کی نسبت گفتگو ہونے لگی۔ فرمایا یہ نہایت سخت اور گراں مہینہ ہے۔ کیونکہ جب ماہ صفر آتا تھا تو رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تنگ دل ہوتے تھے اور جب یہ نکل جاتا تھا تو آپ خوشی کرتے تھے۔ اور حضور کا یہ تغیر ماہ صفر کی گرانی اور سختی کے باعث سے ہوتا تھا۔

پھر ارشاد ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے جس نے مجھکو ماہ صفر کے ختم ہونے کی بشارت دی میں اسکو جنّت کی بشارت دیتا ہوں۔ من بَشَّرَنِیْ بِخُرُوْجِ الصَّفَرِ اَنَا بَشَّرْتُہٗ بِدُخُوْلِ الْجَنَّۃِ

پھر اسی محل میں فرمایا کہ خداوند تعالیٰ ہر سال دس لاکھ اسّی ہزار بلائیں آسمان سے بھیجتا ہے جن میں سے خاص اس مہینے میں نو لاکھ بیس ہزار نازل ہوتی ہیں۔ اس مہینے میں دُعا اور عبادت کے اندر مشغول رہنا چاہئے تاکہ بلا سے کچھ نقصان نہ پہنچے۔ پھر فرمایا کہ میں نے ایک بزرگ سے سُنا ہے جو شخص چاہے کہ ماہِ صفر کی بلاؤں سے محفوظ رہے۔ ہر فرض نماز کے بعد یہ دُعا پڑھا کرے۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۰ اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شَرِّ ھٰذَا الزَّمَانِ وَ اَسْتَعِیْذُہٗ مِنْ شُرُوْرِ الْاَزْمَانِ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِجَلَالِ وَجْھِكَ وَ كَمَالِ قُدْرَتِكَ اَنْ تُجِیْرَنِیْ مِنْ فِتْنَةِ ھٰذِہِ السَّنَةِ وَ مِنْ شَرِّ مَا تَضَیَّتَ فِیْھَا وَ اَكْرِمْنِیْ بِالْفَقْرِ بِاَكْرَمِ الْمَنْظَرِ وَاخْتِمْہُ بِالسَّلَامَةِ وَالسَّعَادَةِ لِاَھْلِیْ وَ اَوْلِیَائِیْ وَ اَقْرِبَائِیْ وَ جَمِیْعِ اُمَّةِ مُحَمَّدِنِ الْمُصْطَفٰی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ اٰلِہٖ وَسَلَّمَ۔

بعد ازاں اسی محل میں فرمایا کہ ماہ صفر کی پہلی شب میں کل مسلمانوں کی حفاظت کے واسطے عشاء کی نماز کے بعد چار رکعتیں پڑھے۔ پہلی میں فاتحہ کے بعد قُلْ یَا اَیُّھَا الْكٰفِرُوْنَ پندرہ بار اور دوسری میں فاتحہ کے بعد اخلاص گیارہ بار اور تیسری میں قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ پندرہ بار اور چوتھی میں قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ پندرہ بار۔ پھر سلام کے بعد کئی بار اِیَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِیَّاكَ نَسْتَعِیْنُ پڑھ کر اس کے بعد ستر مرتبہ درود شریف پڑھے۔ چونکہ یہ نماز قبل از وقت پڑھی جاتی ہے خداوند تعالیٰ اُسے تمام بلاؤں سے جو اُس روز نازل ہونگی محفوظ رکھتا ہے۔

پھر اسی محل میں فرمایا کہ میں نے شرح شیخ الاسلام شیخ معین الدین چشتیؒ میں لکھا دیکھا ہے کہ ماہِ صفر کے آخری روز تین لاکھ بیس ہزار بلائیں نازل ہوتی ہیں یہ دن سب دنوں سے زیادہ سخت ہے۔ اس واسطے آخری چہار شنبے کو چار رکعت نماز ادا کرے خداوند تعالیٰ اُسکو تمام بلاؤں سے محفوظ رکھیگا اور سال آئندہ تک کوئی بلا اس کے پاس نہ آئیگی۔ دُعا یہ ہے: بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ یَا شَدِیْدَ الْقُوٰی وَ یَا شَدِیْدَ الْمِحَالِ یَا مُفَضِّلُ یَا مُكْرِمُ یَا لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ بِرَحْمَتِكَ یَا اَرْحَمَ الرّٰحِمِیْنَ ۞

پھر فرمایا جو لوگ بلا میں مبتلا ہوئے ہیں وہ اسی ماہ صفر میں ہوئے ہیں۔

چنانچہ روایت ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام نے اسی ماہ صفر میں گیہوں کھایا تھا
جو بہشت سے نکالے گئے اور ایک خطا کے سبب تین سو برس روتے رہے۔
تمام گوشت و پوست اُن کا گل کر جھڑ گیا تھا۔ تب حکم ہوا کہ توبہ کرو میں قبول کرونگا
غرضکہ یہ ساری زحمت ماہ صفر ہی سے شروع ہوئی تھی۔ پھر اسی کے مناسب فرمایا
کہ وہب ابن منبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دفعہ قابیل اور ہابیل
دونوں بھائیوں نے ماہ صفر میں حضرت آدم علیہ السلام سے شکار کی اجازت
چاہی۔ حضرت آدمؑ نے اُن کو منع کیا کہ ماہ صفر میں باہر نہ جاؤ۔ مگر اُنہوں نے
حضرت کا کہنا نہ سُنا۔ الغرض جب یہ جنگل میں پہنچے تو دونوں بھائیوں میں کسی بات
پر تکرار ہوئی اور قابیل نے ہابیل کو قتل کر دیا۔ پھر پشیمان ہوا کہ مجھ سے یہ کیا حرکت
ہوئی۔ یہ خبر حضرت آدم علیہ السلام کو پہنچی۔ حضرتؑ کو بہت رنج ہوا۔ اُسی وقت
جبرئیل علیہ السلام آئے اور عرض کی کہ اے آدمؑ حکم الٰہی ہے کہ ہابیل کی اولاد
سے تمام لوگ مسلمان ہونگے اور قابیل کی اولاد سے تمام یہودی اور آتش پرست
اور کافر ہوں گے۔ کیونکہ اس نے ماہ صفر میں اپنے بھائی کو ہلاک کیا ہے۔

پھر اسی محل میں فرمایا کہ نوح علیہ السلام کی قوم اسی ماہ صفر میں طوفان کے
اندر غرق اور ہلاک کی گئی تھی اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کو صفر کی پہلی تاریخ
کو آگ میں ڈالا گیا تھا اور ماہِ صفر ہی میں ایوب علیہ السلام کیڑوں کی بلا
میں مبتلا ہوئے تھے اور حضرت زکریا علیہ السلام پر جس روز آرہ چلایا گیا ہے
وہ بھی ماہ صفر کا آخری چہارشنبہ تھا۔ اور حضرت یحییٰ علیہ السلام کے حلق پر جو
چھری چلی ہے تو اسی ماہ صفر میں۔ اور اسی ماہ صفر میں حضرت جرجیس علیہ السلام کے
سات ٹکڑے کئے گئے۔ اور یونس علیہ السلام مچھلی کے پیٹ میں بند ہوئے۔
بعد ازاں شیخ الاسلام ادام اللہ برکاتہ نے چشم پُر آب کی اور ایک نعرہ مارکر

بیہوش ہو گئے۔ جب ہوش میں آئے تو فرمایا کہ حضرت سلطان انبیاؐ کو جو زحمت
لاحق ہوئی اور رحمتِ حق سے پیوست ہوئے تو یہی ماہ صفر تھا۔ پھر فرمایا
کہ اسی طرح تمام انبیاء پر جو بلائیں نازل ہوئیں ہیں اسی ماہِ صفر میں ہوئی ہیں۔
یہ مہینہ بہت سخت ہے۔ حق تعالیٰ ہم کو اور تم کو اور کل مسلمانوں کو اس مہینے
کی گرانی سے اپنی امان اور حفاظت میں رکھے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلیٰ ذٰلِکَ۔

۲۷ ماہ صفر ۵۶۶ھ

مجاہدۂ نفس } دولت پائے بوسی میسر آئی۔ عزیزان اہلِ سلوک مثلاً
شیخ برہان الدین ہانسوی رضؓ اور شیخ ملہو لاہوری رضؓ اور شیخ جمال الدین ہانسوی رضؓ
علیہم الرحمۃ والغفران حاضر تھے اور چند اور صوفی بھی خاندان چشت کے آئے
ہوئے تھے اور مجاہدے کے متعلق گفتگو ہو رہی تھی۔ ارشاد کیا کہ حضرت خواجہ
بایزید بسطامیؒ سے کسی نے اُن کے مجاہدے کی نسبت سوال کیا۔ فرمایا کہ میں بیس
سال عالم تفکر میں ہوا کے اندر آنکھیں کھولے کھڑا رہا ہوں۔ اور ان بیس سال
میں کبھی بیٹھنا اور اُٹھنا اور سونا مجھ کو یاد نہیں۔ میرے پیروں سے خون جاری
ہو گیا تھا اور پیر ورم کر گئے تھے۔ پھر اس کے بعد دو سال عالم محو میں رہا اور کبھی
نفس کو سیر ہو کر پانی نہیں پلایا۔ صرف ایک ہفتے یا مہینے میں دو درم کے انداز
سے دیتا تھا۔ پھر اس کے بعد نفس کو انارِ شیریں کی خواہش ہوئی میں ہر روز اُس سے
وعدہ کرتا رہا یہاں تک کہ دس سال گزر گئے تب نفس نے فریاد کی کہ تمہارا وعدہ
کب پورا ہوگا۔ میں نے کہا آخری وقت میں۔ اگر اپنے مجاہدے کی مفصل کیفیت
بیان کروں تو اُس کے سننے کی تم میں طاقت نہیں ہے۔ جو معاملے کہ میں نے اپنے
اور اپنے نفس کے ساتھ کئے ہیں تم اُن کا یقین نہیں کر سکتے۔ الغرض جب نشتر بس

اسی طرح گذر گئے۔ درمیان سے حجاب اُٹھ گیا اور آواز آئی کہ اندر آؤ تم نے ہمارے کام میں کوئی کسر نہیں رکھی۔ لہٰذا واجب ہوا کہ ہم بھی تم پر تجلّی کریں۔ اس آواز کے آتے ہی خواجہ بایزید رضہ نے نعرہ مارا اور جان بحق تسلیم کی۔ بعد ازاں شیخ الاسلام رضہ نے فرمایا کہ حضرت بایزید رضہ کے انتقال کا یہ واقعہ ہے۔ اور فرمایا کہ جو مجاہدہ کرتا ہے وہی مشاہدے کو جانتا ہے اور یہ مثنوی زبان مبارک سے فرمائی ۔؎

در کوئے تو عاشقاں چناں جاں بدہند کانجا ملک الموت نگنجد ہرگز

پھر اسی محل میں فرمایا کہ ایک بزرگ سے پوچھا گیا کہ مجاہدہ کیا ہے؟ فرمایا نفس کو مارنا یعنی اُس کی مُراد پوری نہ کرنی اور وہ طاعت اختیار کرنی جس سے نفس راضی نہ ہو۔ پھر اسی محل میں فرمایا کہ خواجہ ابو یوسف چشتی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے نفس سے فرمایا کہ اے نفس اگر آج کی رات تو میرا ساتھ دے تو میں دو رکعت نماز میں ختم قرآن شریف کرلوں۔ روز اسی طرح کرتے رہے آخر ایک دن نفس نے موافقت کی اور حضرت کی دو رکعتیں فوت ہوگئیں۔ دوسرے روز حضرت رضہ نے مناجات کے وقت عہد کیا کہ بیس سال تک نفس کو سیر ہوکر پانی نہ دونگا۔ کیونکہ اس شب جو نفس نے کاہلی کی تھی اُس کا سبب یہی تھا کہ اِس نے سیر ہوکر پانی پیا تھا۔

پھر اسی محل میں فرمایا کہ شاہ شجاع کرمانی چالیس سال نہ سوئے تھے۔ بعد چالیس سال کے ایک شب حضرت رب عزت کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ پھر جہاں جاتے کپڑا اوڑھ کر لیٹ رہتے کہ پھر وہ دولت حاصل ہو۔ ہاتف نے آواز دی کہ اے شاہ شجاع وہ دیدار چالیس سال کی بیداری کا نتیجہ تھا۔ اب چالیس سال اور بیدار رہو تب وہ نصیب ہو۔ پھر شیخ الاسلام نے چشم پُر آب کی اور فرمایا کہ جب شاہ شجاع کرمانی کے انتقال کا وقت قریب پہنچا تو جس روز کہ حضرت انتقال کرنے والے تھے ایک ہزار رکعت نماز حضرت نے ادا کی اور مصلّے ہی پر سو رہے۔

دوبارہ حضرت ذوالجلال کی زیارت ہوئی اور حکم ہوا کہ اے شاہ شجاع آنا چاہتے ہو
یا ابھی کچھ دن اور رہو گے؟ عرض کی کہ خداوند اب رہنے کی تاب نہیں ہے میں آؤنگا
چنانچہ اُسی وقت بیدار ہوئے اور وضو کر کے دوگانہ پڑھا۔ عشا کی نماز کا وقت تھا
جو سربسجدہ ہو کر جان بحق تسلیم کی۔ شیخ الاسلام نے ایک نعرہ مارا اور بیہوش ہو گئے
جب ہوش میں آئے تو یہ مثنوی آپ کی زبان پر جاری ہوئی ؎

در کوئے تو عاشقاں چناں جاں بدہند کانجا ملک الموت نہ گنجد ہرگز

بعدازاں فرمایا کہ ایک دفعہ حضرت بایزید رض سے کسی نے پوچھا کہ اپنے مجاہدے کا
کچھ حال بیان کیجئے۔ فرمایا اگر تھوڑا سا بھی بیان کروں تو تم اس کو سن نہیں سکتے۔
مگر میں تمہاری درخواست سے بہت تھوڑا بیان کرتا ہوں۔ ایک شب میں نے
نفس کو عبادت کے واسطے طلب کیا نفس نے سستی کی۔ کیونکہ اُس شب اس نے
عادت سے زیادہ دو کھجوریں کھائی تھیں۔ غرض کہ نفس نے میرا ساتھ نہ دیا۔ جب دن
ہوا تو میں نے عہد کیا کہ عرصے تک خرما نہ کھاؤں گا۔ چنانچہ پندرہ برس خرما نہیں کھایا
اور نفس اُسکی آمد ہی میں رہا اور کہنے لگا کہ جو کچھ حکم دو گے میں تابعدار ہوں۔ تب
میں نے خرمے خرید کر اُس کو کھلائے اور وہ مطیع ہو گیا جو کچھ میں اُسکو حکم دیتا تھا
وہ بجا لاتا تھا بلکہ اُس سے زیادہ کرتا تھا۔

پھر فرمایا کہ خواجہ ذوالنون مصری رض سے کسی نے پوچھا کہ آپ نے اپنا مجاہدہ کہاں تک
پہنچایا ہے؟ فرمایا یہاں تک کہ دو دو اور تین تین سال ہو جاتے ہیں جو میں
نفس کو سیر ہو کر پانی نہیں دیتا۔ چنانچہ اب دس سال ہو گئے ہیں کہ اُسکو پانی
نہیں دیا ہے۔ اور جب تک کہ ہر شب میں دو ختم قرآن شریف کے نہیں کر لیتا اور
کسی کام میں مشغول نہیں ہوتا۔ بعدازاں خواجہ ذوالنون مصری رح کے انتقال کی حکایت
بیان فرمائی کہ ایک روز خواجہ اپنے یاروں کے ساتھ تشریف رکھتے تھے۔ اور

اولیاء اللہ کے انتقال فرمانے کا ذکر ہو رہا تھا کہ ایک شخص سبز لباس پہنے ہوئے اور ایک سیب ہاتھ میں لیے ہوئے آیا۔ نہایت خوبرو اور نیک سیرت۔ فرمان ہوا کہ بیٹھ جاؤ اور خواجہ ذوالنون مصریؒ ہر بار اُس شخص سے فرماتے تھے کہ خوب آئے اور بہت اچھے آئے۔ پھر وہ سیب اُس شخص نے خواجہ کو دیا۔ خواجہ نے اُس سیب کو دونوں ہاتھوں میں لیکر تبسم کیا اور فرمایا کہ آپ تشریف لے جائیے جب وہ چلا گیا تو خواجہ نے لوگوں کو بھی معذرت کے ساتھ رخصت کیا۔ پھر قبلہ رو ہو کر قرآن شریف پڑھنا شروع کیا۔ جب ختم کر چکے تو اس سیب کو سونگھا اور جاں بحق تسلیم کی۔ بعد ازاں جب خواجہ کا جنازہ مسجد کے آگے لائے نماز کا وقت تھا اور مؤذن اذان کہہ رہا تھا۔ جب اُس نے کہا اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ خواجہ نے کفن سے ہاتھ باہر نکالے اور انگشت شہادت کھڑی کر کے فرمایا اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ۔ ہر چند لوگوں نے چاہا کہ انگلی کو نیچا کریں مگر نہ ہو سکی اور آواز آئی کہ اے مسلمانوں جو انگلی ذوالنونؓ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نام پر اُٹھائی ہے وہ اُس وقت تک نیچی نہ ہوگی جب تک کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہاتھ اُسے نہ پکڑیگا۔ بعد ازاں شیخ الاسلام رضی اللہ عنہ نے یہ مثنوی پڑھی اور خوب روئے ۔

در کوئے تو عاشقاں چناں جاں بدہند کانجا ملک الموت نہ گنجد ہرگز

بعد ازاں فرمایا کہ جب خواجہ سہیل بن عبداللہ تستری رضؓ کا انتقال ہوا اور خواجہ کا جنازہ لیکر باہر آئے تو شہر تستر کے یہودی جو انکے منکر تھے اُن کا سردار برہنہ پا حاضر ہوا اور کہا جنازے کو نیچے اُتارو کہ میں مسلمان ہوتا ہوں۔ جب جنازہ نیچے اُتارا تو یہ یہودی جنازے کے پاس کھڑا ہو کر کہنے لگا کہ اے خواجہ مجھکو کلمہ تلقین کرو تا کہ میں مسلمان ہوں اور اس سردار کے ساتھ اسکی قوم کے ہزار آدمی

اُس وقت موجود تھے۔ اُس کے یہ کلمے سُنتے ہی خواجہ نے کفن سے ہاتھ نکالے اور آنکھیں کھول کر کہا کہ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ۔ یہ کہہ پھر کفن کے اندر ہاتھ کر لئے اور آنکھیں بند کر لیں۔ لوگوں نے اس یہودی سے پوچھا کہ تو نے کیا بُرہان دیکھی جو مسلمان ہوا؟ اُس نے کہا جس وقت تم لوگ یہ جنازہ لیکر باہر آئے ہو میں نے آسمان میں ایک سخت آواز سُنی اور اپنے دل میں کہا کہ یہ کیسی آواز ہے۔ پھر میں نے آسمان کی طرف نظر کی تو دیکھا کہ فرشتے آسمان سے نازل ہوئے ہیں اور ہاتھوں میں اُن کے نور کے طبق ہیں خواجہ کے جنازے پر آتے ہیں اور اس نور کو نثار کرتے ہیں۔ میں نے کہا کہ اللہ اکبر! حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دین میں ایسے لوگ ہیں اور اسی سبب سے میں مسلمان ہو گیا۔ پھر شیخ الاسلام نے چشم پُر آب کی اور عالم تفکر میں ہو گئے اور یہ مثنوی پڑھی

درکوئے تو عاشقاں چناں جاں بدہند کانجا ملک الموت نہ گنجد ہرگز

پھر اسی موقعے کے مناسب فرمایا کہ ایک دفعہ حضرت شیخ علی مکی رض نے خواب میں دیکھا کہ گویا وہ عرش کو سر پر رکھے لئے جا رہے ہیں۔ جب دن ہوا تو اُنہوں نے خیال کیا کہ یہ خواب کسی شخص سے بیان کرنا چاہئے جو اسکی تعبیر دے۔ آخر کہا کہ حضرت بایزید بسطامی رض کے پاس چلو کہ اُن کے سوا اور کوئی شخص اس کام کا نہیں ہے۔ فرماتے ہیں جب میں گھر سے باہر نکلا تو دیکھا کہ تمام شہر بسطام میں ایک شور و غوغا برپا ہے۔ میں نے دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ حضرت بایزید رض کا انتقال ہو گیا۔ شیخ علی رض نے یہ سُن کر ایک نعرہ مارا اور روتے ہوئے روانہ ہوئے۔ جب حضرت بایزید کے جنازے کے پاس پہنچے تو دیکھا کہ جنازے کو لوگ باہر لا رہے ہیں۔ شیخ علی رض نے بڑی مشقت اور دشواری سے کیونکہ لوگوں کی بے حد کثرت تھی حضرت بایزید کے جنازے کو کندھا دیا اور دل میں کہا کہ میرے خواب کی تعبیر پوری ہو گئی۔

خواجہ بایزید کا جنازہ ہی خدا کا عرش ہے جس کو تو سر پر رکھے ہوئے لیجا رہا ہوں
بعد ازاں شیخ الاسلام نے فرمایا کہ تیس سال دعاگو عالم مجاہدے میں رہا ہے
نہ دن کی خبر تھی نہ رات کی۔ نماز پڑھ لیتا تھا اور پھر اسی عالم میں مشغول ہو جاتا تھا
پھر فرمایا کہ جس روز حضرت خواجہ قطب الدین مودود چشتی رض نے رحلت فرمائی ہے
اس روز حضرت رض کا جسم نہایت نحیف تھا اور حضرت منتظر بیٹھے تھے کہ ایک شخص ہاتھ میں
حریری کاغذ لئے ہوئے آیا جس میں اسم اللہ لکھا تھا۔ اس شخص نے سلام کر کے
وہ کاغذ حضرت خواجہ کو دیا۔ حضرت نے ہاتھ میں لیکر اس کا مطالعہ کیا۔ اور
نام اللہ پر آنکھیں رکھ کر جان حق تسلیم کی۔ ایک شور عالم میں برپا ہوا کہ
خواجہ قطب الدین رض نے رحلت فرمائی۔ الغرض جب غسل دیکر جنازہ تیار کیا تو
کسی کی مجال نہ ہوئی کہ جنازے کو اٹھا سکے۔ سب لوگ حیرت میں تھے کہ ایک
سخت آواز آنی شروع ہوئی۔ لوگ واپس ہوئے۔ پھر نماز جنازہ پڑھی اور جنازے
کے اٹھانے کا قصد کیا کہ جنازہ خود بخود ہوا میں معلق روانہ ہوا۔ اور لوگ پیچھے
پیچھے تھے اور جس قدر کفار اور غیر مذاہب کے لوگ تھے سب مسلمان ہو گئے۔
ان سے دریافت کیا کہ تم نے کیا برہان دیکھی جو اسلام اختیار کیا؟ کہنے لگے کہ
ہم نے دیکھا خواجہ کا جنازہ فرشتے سر پر رکھے ہوئے لے جا رہے ہیں۔ جب شیخ الاسلام
نے یہ حکایت تمام کی ایک نعرہ مارا اور بیہوش ہو گئے۔ پھر ہوش میں آکر یہ مثنوی پڑھی

در کوئے تو عاشقاں چناں جاں بدہند
کانجا ملک الموت نہ گنجد ہرگز

حضرت خواجہ انہی فوائد کے فرمانے میں مشغول تھے کہ نماز کی اذان
ہوئی۔ شیخ الاسلام قدس اللہ سرہ نماز میں مشغول ہوئے۔ اور خلق
و دعاگو واپس۔ الحمد للہ علیٰ ذالک۔

۲ ماہ مبارک ربیع الاول سنہ ۶۵۶ھ

عطار خلعت خاص و ولایت و سجادہ نشینی و دستار فضیلت } دولت قدمبوسی میسر آئی۔ اس بندے کو خلعت خاص کے ساتھ مشرف فرمایا۔ عزیزان اہل صفہ حاضر تھے زبان مبارک سے ارشاد کیا کہ مولانا نظام الدین کو میں نے ہندوستان کی ولایت دی اور صاحب سجادہ بنایا۔ اس ارشاد پر بندے نے دوبارہ قدمبوسی کی۔ فرمان ہوا کہ اے جہاں گیر عالم سر اٹھا اور فوراً ہی حضرت شیخ قطب الدین رضہ کی دستار جو اپنے سر پر باندھے ہوئے تھے عطا کی اور عصا ہاتھ میں دیا اور اپنے دست مبارک سے خرقہ پہنایا اور فرمایا کہ جاؤ دوگانہ ادا کرو۔ میں جب قبلہ رو ہوا تو میرے ہاتھ پکڑ کر آسمان کی طرف نظر کی اور فرمایا کہ میں نے تم کو خدا کے سپرد کیا۔ پھر فرمایا کہ یہ سب چیزیں میں تم کو اس سبب سے دیتا ہوں کہ تم آخری وقت میرے پاس نہ ہوگے اور یہ بھی فرمایا کہ میں بھی اپنے مرشد حضرت شیخ قطب الدین رضہ کے وصال کے وقت حاضر نہ تھا۔ اس وقت میں ہانسی میں تھا۔ الغرض اس کے بعد مولانا بدرالدین اسحٰق رحہ کو حکم دیا کہ سند تحریر کریں۔ پھر جب سند مجھ کو مل گئی تو میرا سر پہلو میں لیکر فرمایا کہ میں نے تم کو خدا تک پہنچا دیا۔ پھر فرمایا جمال الدین رحہ سے ہانسی میں مل کر جانا۔ پھر فرمایا کہ آج جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے عرس کا روز ہے ٹھہر جاؤ کل رخصت ہونا۔ پھر اسی موقعہ پر فرمایا کہ حضرت امام شافعی رضہ نے اپنی کتاب کفایہ میں حضرت امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ کی صحیح روایت سے نقل کیا ہے کہ جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دوسری تاریخ ربیع الاول کو انتقال فرمایا تھا اور دو روز معجزے کے سبب سے جسم مبارک کو دفن نہ کیا گیا تھا۔ جسد اقدس سے ایسی خوشبو آرہی تھی کہ گویا تمام عالم کے عطریات اس کے اندر بھر گئے ہیں۔ اور

جو خوشبو کہ بحالتِ حیات حضورِ انورؐ سے آتی تھی اُس میں ذرہ برابر فرق نہ ہوا تھا۔ چنانچہ اس کے مشاہدے سے اُس روز کئی ہزار یہودی مسلمان ہوئے۔ پس اس معجزے کے سبب سے دو روز حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو رکھا گیا تھا۔ پھر اس کے بعد فرمایا حضورؐ کی نو بیبیاں تھیں۔ ہر بی بی نے ایک ایک روز کھانا تقسیم کیا۔ اور بارہویں تاریخ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس قدر کھانا تقسیم کیا کہ مدینے میں کوئی شخص محروم نہ رہا۔ اور یہی وجہ ہے کہ بارھویں تاریخ حضورؐ کے عرس کی مسلمانوں میں مشہور ہو گئی۔ مگر صحیح روایت کے موافق وصال حضورؐ کا دوسری تاریخ ہی کو ہوا ہے۔ پھر اسی محل میں فرمایا کہ جب حضور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی علالت زیادہ ہوئی تو حضور تین روز مسجد میں تشریف نہ لا سکے تیسرے روز بلالؓ نے حجرے شریف کے دروازے پر جا کر عرض کی کہ اَلصَّلٰوۃ یَا رَسُولَ اللّٰہِ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اٹھے اور فرمایا کہ بلالؓ سے کہو کہ ابوبکرؓ اور عمرؓ آئیں تاکہ ہم مسجد میں چلیں۔ ابوبکر اور عمر اور عثمان اور علی رضی اللہ عنہم اجمعین حاضر ہوئے اور حضورِ اقدسؐ ان کے کندھوں پر ہاتھ رکھ کر مسجد میں تشریف لائے اور چاہا کہ امامت کریں۔ مگر طاقت نہ تھی۔ ابوبکرؓ کا ہاتھ پکڑ کر آگے کر دیا۔ مسلمانوں نے یہ حال دیکھ کر ایک نعرہ مارا اور قریب تھا کہ اُن کا زہرہ آب ہو جائے الغرض رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم واپس حجرے میں تشریف لائے اور سیاہ کمبل اوڑھ کر لیٹ رہے۔ تھوڑی دیر کے بعد ایک اعرابی دروازے پر حاضر ہوا اور کواڑوں پر ہاتھ مارا جس سے تمام در و دیوار میں لرزہ ہو گیا۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا دروازے پر تشریف لائیں اور فرمایا کہ یہ موقعہ (گفتگو وغیرہ کا) نہیں ہے۔ ہر چند کہ حضرت فاطمہؓ اُس سے معذرت کرتی تھیں مگر وہ کچھ نہ سنتا تھا آخر یہ آواز حضورِ اقدسؐ کے گوش گزار ہوئی۔ حضرت فاطمہؓ کو بلا کر فرمایا

کہ اے جانِ پدر یہ عزیز اعرابی نہیں ہے بلکہ یہ وہ شخص ہے کہ تم دروازہ بند کردو گی
تو یہ دیوار میں سے چلا آئیگا۔ یہ وہ شخص ہے جو فرزندوں کو یتیم اور عورتوں کو بیوہ
کرتا ہے۔ تمہارے باپ کی حرمت پر اس نے نگاہ رکھی ہے جو اجازت چاہتا ہے۔
اس کو بلالو تاکہ یہ جس حکم کے واسطے آیا ہے اس کو پورا کرے۔ حجرے میں سے ایک
نعرہ بلند ہوا اور ملک الموت اندر آئے اور قدمبوس ہوئے۔ فرمان ہوا کہ بیٹھ جاؤ
بیٹھ گئے۔ حضور صلعم نے فرمایا کہ کس کام کو آئے ہو؟ عرض کی کہ حضورؐ کی زیارت کا مجھ کو
حکم ہوا۔ مگر ساتھ ہی یہ بھی تاکید کی گئی کہ جب تک اجازت نہ ملے اندر نہ جانا اور
یہ عرض کرنا کہ اگر حضور صلعم تشریف لے چلنا چاہیں تو میں روح قبض کروں۔ ورنہ واپس
چلا جاؤں۔ حضور صلعم نے فرمایا اتنی دیر ٹھہرو کہ جبرئیل ؑ آجائیں۔ اُسی وقت جبرئیل ؑ
بھی حاضر ہوئے۔ حضور صلعم نے فرمایا کہ یَا اَخِیْ کَیْفَ حَالُکَ؟ عرض کی کہ یا رسول اللہ
فرشتے آسمانوں میں نور کے طباق لئے ہوئے آپ کی جان پاک کے منتظر ہیں۔ آسمان
اور بہشت کے دروازے کھول دیئے گئے ہیں۔ انبیاء علیہم السلام کی روحیں آپ کے
استقبال کے لئے کھڑی ہیں۔ حوران بہشتی مشتاق دیدار ہیں۔ رضوان نے جنت آراستہ
کی ہے تاکہ آپ تشریف لائیں۔ حضور صلعم نے فرمایا اخی جبرئیل! میں یہ دریافت نہیں
کرتا بلکہ تم یہ بتاؤ کہ میرے بعد میری امت کا کیا حال ہوگا؟ جبرئیل علیہ السلام نے
عرض کی کہ یا رسول اللہ! خداوند تعالیٰ فرماتا ہے کہ تم اپنی امت کو میرے سپرد کردو
تاکہ قیامت کے روز میں اُن کو تمہیں ویسا ہی واپس کردوں جیسی کہ وہ تمہاری زندگی
میں تھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہاں بس میرا مقصود یہی ہے۔ پھر حضور صلعم
نے ملک الموت کو حکم دیا کہ اب تم اپنا کام شروع کردو۔ یہ حکم ملتے ہی ملک الموت
نے اپنا ہاتھ حضور صلعم کے سینۂ مبارک پر رکھا اور ہاتھ پیٹ کے اندر اُتر گیا۔ پھر
ملک الموت نے روح مبارک قبض کی۔ حضور صلعم نے پانی کا ایک پیالہ بھروا کر پاس رکھ لیا تھا

اور بار بار ہاتھ اس میں تر کر کے سینے پر ملتے تھے اور فرماتے تھے۔ اَللّٰھُمَّ هَوِّنْ عَلَيْنَا سَكَرَاتِ الْمَوْتِ۔ یعنی اے خدا جان کنی کی تلخی مجھ پر آسان کر۔ پھر جب روح حلق مبارک میں پہنچی تو حضورؐ نے ہونٹ ہلائے حضرت فاطمہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے کان لگائے تو سنا کہ فرماتے ہیں اے خدا محمدؐ کے جان دینے کے طفیل میری امت پر رحم فرما اور آخری وقت تک یہی فرماتے رہے۔ جب شیخ الاسلام نے یہ حکایت تمام کی۔ جملہ حاضرین مجلس سے ایک نعرہ بلند ہوا۔ شیخ الاسلام بے ہوش ہو گئے۔ پھر جب ہوش میں آئے تو دعا گو کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ جن کے واسطے تمام عالم پیدا کیا انہیں کو جب عالم میں نہ رکھا تو پھر ہم اور تم کون ہیں کہ زندگی کا دم بھریں۔ پس ہم بھی اپنے آپ کو زندگان میں شمار کرتے ہیں مگر زاد راہ کا فکر کرنا بہت ضروری ہے۔ غفلت اور گفتگو میں وقت کھونا نہ چاہئے تاکہ کل قیامت کے روز شرمندہ نہ ہوں۔

جب شیخ الاسلامؒ نے یہ کلام ختم فرمایا شمس دبیر خدمت میں حاضر تھے۔ قدم بوس ہو کر بولے کہ مولانا نظامی کی ایک نظم دستیاب ہوئی ہے حکم ہو تو عرض کروں۔ فرمان ہوا کہ پڑھو۔ جب شمس دبیر نے نظم پڑھی تو گویا شیخ الاسلام میں جان آ گئی۔ ایک پہر حال میں رہے۔ یہ وقت نہایت راحت کا تھا اور اس روز بارانی درساتی احاص شمس دبیر کو عطا ہوئی۔ اس کے بعد حضرت شیخ الاسلام تلاوت میں مشغول ہوئے اور یہاں کے حاضر باش بندگان سے میں نے سنا ہے کہ پھر وقت انتقال تک حضرت شیخ الاسلام کسی کے ساتھ مل کر نہیں بیٹھے۔ صرف مشغولی حق میں مصروف رہے۔ واللہ اعلم۔ شمس دبیر نے جو نظم پڑھی وہ یہ ہے۔

نظم

جہاں چیست بگذر ز نیرنگ او رہائے بچنگ آر از چنگ او

مقیمے نہ بینی دریں باغ کس | تماشا کنند ہر یکے یک نفس
دریں چار سو ہیچ بیگانہ نیست | کہ کیسہ بہر مرد خود کامہ نیست
درو ہر دمے نو برے میرسد | یکے میرود دیگرے میرسد
جہاں گرچہ آرامگاہے خوش است | شتابندہ را نعل در آتش است
دو در دارد این باغ آراستہ | درو بند این ہر دو برخاستہ
در آ از درے باغ بنگر تمام | ز دیگر در باغ بیروں خرام
اگر زیرکی با گلے خو مگیر | کہ باشد بجا ماندنش ناگزیر
دریں دم کہ داری بشادی بسیچ | کہ آیندہ در زیر ہیچست و ہیچ
یکے را در آرد بہ ہنگامہ تیز | دگر را ز ہنگامہ گوید کہ خیز

نظامی سبک بار یاراں شدند
تو ماندی بغم غمگساراں شدند

راحت القلوب ختم ہوئی

• حضرت بابا فرید گنج شکرؒ کا ملفوظ مبارک "راحت القلوب" یہاں ختم ہوا۔
چونکہ آنکھوں سے معذور ہو گیا ہوں اس واسطے اس کتاب کی لکھائی اور چھپائی کی کما حقہ نگرانی نہیں کر سکا۔ اور شائقین کے خطوط تمام ہندوستان سے آتے رہتے ہیں کہ حضرت بابا صاحبؒ کا روزنامچہ جلدی شائع کیا جائے اچھا کاغذ بھی باوجود کوشش کے میسر نہ آیا۔ اس لئے مجبوراً ارزاں کاغذ پر چھپایا ہے۔ اس ایڈیشن کے ختم ہوتے ہی تیسرے ایڈیشن کی لکھائی شروع کرا دی جائیگی۔ اور اُس میں اصل فارسی مضمون بھی رکھا جائیگا تاکہ دونوں حضرات کے بابرکت الفاظ پڑھنے والوں کے دلوں اور آنکھوں کو ٹھنڈک پہونچائیں۔
اگر لکھائی یا چھپائی کی کوئی غلطی کسی کو نظر آئے تو مجھے فوراً اطلاع دی جائے تاکہ طبع سوئم کے وقت اس کی اصلاح کر دی جائے

حسن نظامی جانشین حضرت سلطان المشائخ خواجہ سید نظام الدین اولیا محبوب الہیؒ دہلی ۱۲ حج ۱۳۶۴

مختصر احوالِ حیاتِ حضرت بابا فرید گنج شکرؒ

حضرت بابا فرید الدین مسعود گنج شکرؒ کے اجداد بلخ خراسان افغانستان کے بادشاہ تھے چنگیزی حملوں کی وجہ سے ہجرت کر کے افغانستان سے ہندوستان میں آئے۔ حضرت بابا صاحبؒ کے والد قاضی سلیمان صاحب اور دادا قاضی شعیب صاحب بھی ساتھ تھے یہ قافلہ پہلے قصور پنجاب میں آکر ٹھیرا۔ قصور کے قاضی صاحب نے اس قافلے کی مہمانداری کی۔ اور دہلی کے بادشاہ کو ان کے آنے کی خبر بھیجی۔ بادشاہ نے فوراً جواب دیا اگر یہ لوگ اپنا ملک مغلوں سے واپس لینا چاہیں تو میں ان کو فوجی مدد دوں گا۔ اور اگر ہندوستان میں رہنا چاہیں تو ان کو منصب اور جاگیر اور عہدے دئے جائیں گے۔ قاضی شعیب صاحب نے ہندوستان میں رہنے کا ارادہ ظاہر کیا اس لئے بادشاہ نے ملتان کے قریب کھتوال شہر کا قاضی مقرر کر دیا۔

قاضی شعیب کے فرزند قاضی سلیمان صاحب کا نوجوانی میں انتقال ہو گیا۔ اور اُن کے پوتے قاضی مسعود یعنی حضرت بابا فرید گنج شکرؒ بہت چھوٹی عمر میں یتیم ہو گئے۔ اور اپنی والدہ ماجدہ کی نگرانی میں تعلیم و تربیت حاصل کی۔

حضرتؒ کی والدہ حضرتؒ کو نماز کا پابند بنانے کے لئے یہ حکمت کرتی تھیں کہ جانماز کے نیچے شکر کی پڑیا رکھ دیا کرتی تھیں۔ اور بچے سے کہتی تھیں "جو بچے نماز پڑھتے ہیں اُن کو جانماز کے نیچے سے شکر مل جاتی ہے"۔ حضرت بابا صاحبؒ ہمیشہ نماز کے بعد شکر کی پڑیا نکال کر شکر کھا لیا کرتے تھے۔ ایک روز والدہ شکر رکھنی بھول گئیں۔ اور جب نماز کا وقت ختم ہوا۔ تب اُن کو یاد آیا کہ شکر رکھنی بھول گئی ہیں۔ اور اُنھوں نے گھبرا کر بابا صاحبؒ سے پوچھا "فرید تو نے نماز پڑھی؟" بابا صاحبؒ نے جواب دیا "ہاں اماں نماز پڑھی اور شکر بھی مل گئی" والدہ صاحبہ کو بہت تعجب ہوا اور وہ سمجھیں کہ فرید کو غیب سے شکر ملی ہے اس واسطے وہ بابا صاحبؒ کو شکر گنج کہنے لگیں۔ جب سے بابا صاحبؒ کا لقب شکر گنج مشہور ہو گیا۔